ادارہ تحقیقات اسلامی: تاریخ، اہداف اور خدمات

محمد ضیاء الحق ۞

قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرے کی تشکیل جدید کو قرارداد مقاصد میں مملکت خداداد پاکستان کے قیام کا اہم ہدف قرار دیا گیا۔ اسی ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ۱۹۵۶ء کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کو تجویز کیا گیا۔ اسی دستوری تقاضے کو پورا کرتے ہوئے ۱۹۶۰ء میں یہ ادارہ کراچی میں قائم کر دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء تک ادارہ تحقیقات اسلامی مختلف وفاقی وزارتوں کے ماتحت کام کرتا رہا۔ ۱۹۸۰ء میں قائم ہونے والی اسلامی یونی ورسٹی کا منبع و مرکز بھی یہی ادارہ تھا۔ ۱۹۸۵ء میں اسلامی یونی ورسٹی کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کا درجہ دیا گیا تو ادارہ تحقیقات اسلامی بھی اس یونی ورسٹی کا Constituent Unit (ذیلی ادارہ) بن گیا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی تاریخ تاریخ پاکستان کا ہی ایک اہم حصہ ہے؛ کیوں کہ اس ادارے کو انھی مقاصد کے حصول کے لیے قائم کیا گیا جن کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا۔ مختلف ادوار میں حکومتی ترجیحات میں تبدیلیوں کی وجہ سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے اہداف و مقاصد بھی تبدیل ہوتے رہے اور اس کی خدمات اور کارکردگی پر بھی مختلف عوامل اثر انداز ہوتے رہے۔ انھی ساری تفصیلات کو اس مقالے میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی تاریخ اور اس سے متعلقہ معلومات، دستوری مباحث، مختلف سرکاری حکم ناموں، کتابوں اور تحقیقی مقالات میں منتشر ہیں۔ ادارے کے تعارفی بروشرز اور اس کی دستاویزات میں بھی یہ معلومات موجود ہیں۔ ادارے کے متعلق معلومات کا ایک ذریعہ مختلف ادوار میں ادارے میں ہونے والے اجلاسوں کی روداد بھی ہیں۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے حوالے سے تحریر کی جانے والی کتب و مقالات میں بھی بعض معلومات موجود ہیں۔ ان میں سے اہم معلومات کو مقالہ ہذا میں تجزیہ و تحقیق کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ مقالہ تاریخی، دستاویزی اور بیانیہ تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ درست معلومات کو چھان پھٹک کر تجزیہ و تحقیق کے بعد پیش کیا جائے تاکہ ایک مستند اور موثوق دستاویز مرتب کی جا سکے۔

۞ پروفیسر شریعہ و اسلامک لا / ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

۱- قیام پاکستان: ادارہ تحقیقات اسلامی کی تشکیل کا پس منظر

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کا تصور پیش کرتے ہوئے ایک ایسے ادارے کی تجویز بھی دی تھی جو اسلام پر تحقیق کرے اور مسلمان معاشرے کی تشکیل نو کے لیے تجاویز بھی دے۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کے بارے میں فکر اقبال کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

> Although a great poet and philosopher, he was no less a practical politician. With his firm conviction and faith in the ideals of Islam, he was one of the few who originally thought over the feasibility of carving out of India an Islamic State in the North-West and North-East Zones, which are historical homelands of Muslims.[1]

> (ایک عظیم شاعر اور فلسفی ہو کر بھی وہ کچھ کم عملی سیاست دان نہ تھے۔ اسلام کے آدرشوں کے ساتھ اپنے مضبوط تعلق اور ایمان کے ساتھ وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جو ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال جنوبی خطوں پر مشتمل ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے جو تاریخی طور پر مسلمانوں کا وطن ہیں۔)

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی طور پر متحدہ ہندوستان کے حامی تھے۔ انھوں نے اس ضمن میں ترانہ ہندی بھی لکھا لیکن بعد کے حوادث سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ مسلمان کے لیے علاحدہ وطن کے حصول کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ان کے خیال میں جس طرح گنگا اور جمنا الگ الگ بہتے ہیں اور جس طرح ان کا ملاپ ممکن نہیں اسی طرح مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک ہندوستان میں پُر امن رہنا مشکل ہے۔ ان کے خیال میں ہندوستان مختلف انسانی گروہوں کا ایسا مجموعہ ہے جن کی نسل، زبان، ثقافت اور مذاہب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہندوستان کے رہنے والے ہندو بھی ایک Homogeneous گروپ سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لیے مغربی جمہوریت کے اصولوں کو ہندوستان کے مختلف سماجی گروہوں کو تسلیم کیے بغیر نافذ کرنا درست نہیں ہے اس بنا پر مسلمانوں کے لیے الگ ہندوستان کا مطالبہ درست ہے۔[۲]

قیام پاکستان کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے الہ آباد کے خطبے میں فرمایا:

1– Syed Sharifuddin Pirzada, *Evolution of Pakistan* (Lahore: The All Parties Legal Decisions, 1963), 121.

2– Address of Allama Muhammad Iqbal in the Annual Session of All India Muslim League at Allahabad on December 29, 1930; Shamloo, *Speeches and Statements of Iqbal* (Lahore: Al-Manār Academy, 1994).

> I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sindh and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-government within the British empire or without the British empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim State appears to be the final destiny of the Muslims at least of North-West India.[(3)]
>
> (میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبے، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ برطانوی سلطنت کے اندر یا اس کے بغیر اپنی حکومت اور شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کی ریاست، کم از کم مغربی ہندوسان کا آخری مقدّر معلوم ہوتی ہے۔)

قیام پاکستان کی تجویز کے ساتھ ہی علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم پر تحقیق کے لیے ہندوستان کے بڑے شہروں میں مردوں اور خواتین کے لیے تہذیبی اور ثقافتی ادارے قائم کرنے کی تجویز بھی دی۔ ان کی رائے میں ان اداروں کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے اور یہ ادارے نئے نسل کو شان دار ماضی سے ہوتے ہوئے تاب ناک مستقبل کے لیے رہ نمائی فراہم کریں۔ ان اداروں کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

> To mobilize the dormant spiritual energy of the younger generation by giving them a clear grasp of what Islam has already achieved and what it has still to achieve in the religious and cultural history of man kind.[(4)]
>
> (ان کا مقصد یہ ہے کہ نئی نسل کی خوابیدہ روحانی قوت کو متحرک کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں اس بات کا واضح تصّور فراہم کیا جائے کہ انسانیت کی نہ مذہبی اور ثقافتی تاریخ میں اسلام نے پہلے کیا کردار ادا کیا اور آئندہ کیا کرنا باقی ہے؟۔)

ہندوستان میں مسلم معاشرتی اکائیاں یک جائی کی کوششیں کر رہی تھیں لیکن کئی اسباب کی بنا پر یہ بہت مشکل کام تھا۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے جب برطانوی استعمار نے برصغیر کو آزاد کرنے کے اشارے دیے تو علامہ

3– Muhammad Iqbal, Presidential Address, Allahabad Session, December, 1930 (Delhi: All-India Muslim League, 1945), 12; Ishtiaq Husain Qureshi, *The Muslim Community of the Indo-Pakistan Subcontinent (610-1947) : A Brief Historical Analysis* (The Hague: Mouton & Co., 1962), 297.

4– A.M. Zaidi, *The Communal Award: Evoluation of Muslim Political Thought in India* (New Delhi: School and Company Ltd), 4:531; Annemarie Schimmel, *Gabriel's Wing: A Study into the Religious Ideas of Sir Muhammad Iqbal* (Lahore: Iqbal Academy, 1963) 247; Shamloo, op.cit., vi.

اقبال جیسے مسلم مفکرین کو مسلم اکثریتی علاقوں کے لوگوں کو یک جا کرنے کی پھر سے ضرورت محسوس ہوئی۔ اسی ضرورت کی بنا پر مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست کے قیام کی آواز بلند ہوئی۔ کچھ ہندو لیڈر بھی اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے کہ مسلمان مسلم برتری کے علاقے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں کلکتہ میں ہندو مہا بھارتہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ہندو نیشنلسٹ رہ نما لالہ راجپات رائے (م ۱۹۲۸ء) نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

> The mentality of the Muslims of the frontier province, the Punjab and Sindh was such that they would make common cause with the Muslim Powers beyond the North-West Frontier to establish Muslim domination.[5]

(سرحدی صوبے، پنجاب اور سندھ کے مسلمانوں کی ذہنیت یہ تھی کہ۔)

ضلع ڈیڑا اسماعیل خان سے تعلق رکھنے والے سردار محمد گل خان نے اس سے پہلے ہی ۱۹۲۳ء میں Frontier Inquiry Committee میں انڈیا کو ہندو اور مسلم علاقوں میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ [۶] تیسری گول میز کانفرنس لندن میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سر آغا خان سوم کی مسلمانوں کے لیے الگ وطن کی تجویز کی بھرپور حمایت کی۔ چوہدری رحمت الٰہی جو کہ کیمبرج یونی ورسٹی میں طالب علم تھے انھوں نے مسلمانوں کے لیے علاحدہ وطن کے مطالبے کو ۱۹۳۳ء میں زیادہ تفصیل سے پیش کیا۔ مسلمانوں کے الگ وطن کے مطالبے کو انڈیا مسلم لیگ نے قاعد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں آگے بڑھایا۔ ۱۹۳۸ء میں کراچی میں ہونے والی صوبائی کانفرنس میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ان الفاظ میں الگ وطن کی تجویز پیش کی:

> Devise a scheme of constitution under which the Muslim may attain full independence. [7]

(دستور کا ایسا منصوبہ تیار کرنا جس کے تحت مسلمان کامل مختاری حاصل کر سکیں۔)

۲۳/ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے لاہور میں قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں ہندوستان کو مسلم اور ہندو علاقوں میں تقسیم کرنے کی قرارداد منظور ہوئی۔ اس طرح پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں کی آواز بن گیا۔ تقسیم ہند کی شدید مخالفت کرتے ہوئے ہندوؤں نے مسلمانوں کے علاحدہ وطن

5– Qureshi, *The Muslim Community*, 296.

6– Ibid., 296.

7– Times of India, 12 October 1938.

کے مطالبے کو قیام پاکستان کا مطالبہ قرار دے دیا۔ مسلمانوں کے مستقبل کے لیے علاحدہ وطن کو مسلمانوں سے پہلے ہندوؤں نے ہی پاکستان کا نام دے دیا۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کے دستور کی تیاری کے لیے ایک مشن بھیجا گیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے متفق نہ ہونے پر اس مشن نے ایک پلان بنایا جسے Mission Plan کا نام دیا گیا۔ اس منصوبے کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں کئی تجاویز سامنے آئیں آخر کار ۳/ جون ۱۹۴۷ء کو برطانوی حکومت نے ہندوستان کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کرنے کے مطالبے کو تسلیم کر لیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان ایک آزاد ریاست کی صورت میں وجود میں آ گیا۔ برصغیر میں مسلمانوں کو پاکستان کی صورت میں ایک متحدہ معاشرہ مل گیا۔[۸] پاکستان کا قیام ہندوستان کے ۱۰/ کروڑ مسلمانوں کی جدوجہد اور ان گنت قربانیوں کا نتیجہ تھا۔ قیام پاکستان برصغیر، پاک وہند کے مسلمانوں کی معجزانہ کامیابی ہے۔

برطانوی حکومت نے متحدہ ہندوستان کا دستور بنانے کے لیے The Government of India Act 1935 کے ذریعے قانون سازی کی۔ یہ قانون سازی ایک طویل دستاویز پر مشتمل تھی اس کے ۱۴ حصے اور ۱۰ شیڈول تھے۔ یہ وہی قانون سازی تھی جس نے آزادی کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے Interum Constitutions (عبوری دساتیر) کی حیثیت اختیار کر لی۔ عبوری دستور پاکستان میں ۱۹۵۶ء کے دستور کی تشکیل اور نفاذ تک نافذ العمل رہا۔[۹] ایک اور قانون سازی جو برطانوی حکومت نے قیام پاکستان کے حوالے سے کی وہ Indian Independence Act 1947 ہے۔[۱۰] اس ایکٹ کے ۲۰ سیکشن ۳ حصے اور ۳ شیڈول ہیں۔ اس ایکٹ کی رو سے اگست ۱۹۴۷ء سے پاکستان اور ہندوستان دو آزاد ریاستوں کی صورت میں وجود میں آئے۔ اسی ایکٹ کی رو سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی تشکیل ہوئی۔ اس اسمبلی کے ممبران میں سے نوب زادہ لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، پروفیسر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر محمود حسین، محمد حیات ملک، میاں افتخار الدین، مولانا شبیر احمد عثمانی، خان عبد الغفار خان، مولانا ظفر احمد انصاری، اے کے فضل الحق اور چوہدری معظم حسین نمایاں

۸- تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Qureshi, op.cit. 298; Syed Shaifuddin Pirzada, *Evolution of Pakistan* (Lahore: The All Pakistan Legal Decisions, 1962) 195-257; Khalid Bin Sayeed, *Pakistan the Formative Phase 1057- 1948* (Karachi: Oxford University Press, 1966), 102- 176.

9– See The Government of India Act 1935.

10– See The Independence Act 1947.

ہیں۔ اس دستور ساز اسمبلی میں ۷/ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارِ داد مقاصد کو پیش کرتے ہوئے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان نے فرمایا:

> Pakistan was found because the Muslims of this Sub-Continent wanted to build up their lives in accordance with the teachings and traditions of Islam, because they wanted to demonstrate to the world that Islam provides a panacea to the many diseases which have crept into the life of humanity to day.(11)

(پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اسلامی روایات و تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کی تعمیر کرنا چاہتے تھے، نیز وہ چاہتے تھے کہ دنیا کو یہ بات دکھا سکیں کہ اسلام ان متعدد امراض کی دوا ہے جو آج انسانیت کے جسم کو لاحق ہو چکی ہیں۔)

قرار داد مقاصد کو دستور ساز اسمبلی نے ۱۲ / مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور کیا؛ قیام پاکستان کی اہمیت کی نشان دہی کرتے ہوئے پروفیسر کینٹ ول سمتھ (۱۲) کہتے ہیں کہ:

> یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہمارے زمانہ میں ہندی اسلام کی عظیم، مہتم بالشان اور قریب قریب متفق علیہ دینی تشکیل و تعبیر کا نام پاکستان ہے اور اس ریاست کا قیام اسلام کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔ در حقیقت اسلام ہی پاکستان کی سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، نظریاتی اور مذہبی عمارت کی خشتِ اوّل ہے۔ اسلام کے بغیر پاکستان کا تصوّر محال ہے۔ گویا اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ (۱۳)

11– Sharif Al-Mujahid, *Ideological Orientation of Pakistan* (Karachi: National Board Foundation, 1976), 2; Baz Muhammad, *Constitution Making in Pakistan 1947 -1985* (Karachi: Royal Book Company, 1995), 14.

۱۲– پروفیسر Wilfred Cantwell Smith (۱۹۱۶ء– ۲۰۰۰ء) مذہبی تعلیم اور اصول الدین کے بہت مشہور استاد ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے وہ F.C کالج لاہور میں استاد تھے۔ انھوں نے McGill یونی ورسٹی کینیڈا میں Faculty of Religious Studies میں بڑا کام کیا۔ انھی کی کوششوں میں وہاں Institute of Islamic Studies قائم ہوا۔ پروفیسر Smith نے کینیڈا اور امریکہ میں اسلام کے متعلق Approach کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ Howard Gazette نے انھیں پچھلی صدی کی باثر ترین شخصیت قرار دیا ان کی چند ایک اہم تصنیفات حسب ذیل ہیں:

Wilfred Cantwell Smith, The *Faith of other Men* (New York and London: Harper Torch Books, 1972); *What is Scripture: A Comparative Approach* (Minneapolis Fortress Press, 1993); *Modern Islam in India: A Social Analysis* (London: Victor Gollancz, 1943, 1946, 1963).

۱۳– ابو سعید بزمی انصاری، ”ادارہ تحقیقات اسلامی (ایک اجمالی تعارف)“، **فکر و نظر**، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶)، ۹۴۳۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کی دہائی کئی اسلامی ممالک کی استعمار سے آزادی کے سال ہیں۔ ایران، عراق، مصر شام ترکی اور دوسرے ممالک اسلامیہ آزاد ہوئے تو ان کے خدو خال پوری آب و تاب کے ساتھ موجود تھے لیکن پاکستان کس نوعیت کی اسلامی ریاست ہو گا اس ضمن میں کئی سوالات تھے۔ پاکستان کا آئینی ڈھانچہ کیا ہو گا؟ اس کا نظامِ حکومت کس طرح کا ہو گا؟ ریاست اور دین کا تعلق کیسا ہو گا؟ ریاستی ادارے کیسے اور کس نہج پر تشکیل پائیں گے؟ یہ اور اس طرح کے کئی دوسرے سوالات نہ صرف عام مسلمانوں کے ذہن میں تھے بلکہ سنجیدہ، متین اور غور و فکر کے عادی حلقے بھی ان سوالات کے جواب تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ اس ضمن میں قیام پاکستان کے فوراً بعد مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۹۴۹ء)، مولانا احتشام الحق تھانوی (م ۱۹۸۰ء) اور محمد ظفر احمد انصاری (م ۱۹۹۱ء) نے ریاست پاکستان کے خدوخال کو تحقیقی بنیادوں پر واضح کرنے کے لیے کراچی میں بعض اصحاب علم و فضل کو جمع کیا ان میں مولانا مناظر احسن گیلانی (م ۱۹۵۶ء)، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۲۰۰۲ء)، غلام دستگیر جہانگیر اور مولانا احتشام الحق کاندھلوی شامل تھے۔ ان شخصیات کا خیال یہ تھا کہ بیسویں صدی میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے یہ کافی نہیں ہو گا کہ امویوں، عباسیوں یا عثمانیوں کے طرز کے ریاستی ادارے من و عن قیام کر دے بلکہ اس کے لیے تحقیقی بنیاد پر اجتہادی بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے نئے اداروں کی طرح ڈالنی ہوگئی۔[۱۴] مغربی ممالک اور مفکرین بھی اسلام کے نام پر بننے والی جدید ریاست کے واقعات، حالات اور تصورات اور اداروں کی تشکیلی نوعیت میں دل چسپی رکھتے تھے۔ اسی لیے قیام پاکستان کے فوراً بعد دستور پاکستان کی تیاری اور اداروں کی تشکیل کے حوالے سے بانیانِ پاکستان نے عملی کام شروع کر دیا۔ انھی ابتدائی کوششوں کے نتیجے میں ہی ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے دستوری اور فکری خدوخال سامنے آئے۔

ب—ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام

۱—ادارہ تحقیقات اسلامی کی ضرورت واہمیت

ادارہ تحقیقات اسلامی کی ضرورت و اہمیت اور قیام کے حوالے سے متنوع آراموجود ہیں۔ روایتی سوچ کا خیال تھا کہ اسلام کی وضاحت تو چودہ سو سال پہلے ہو چکی ہے۔ اب اتنی صدیاں گزرنے کے بعد اس میں کیا تحقیقات

۱۴— ظفر اسحاق انصاری، "ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مشاہدات و تاثرات"، ترجمہ: خورشید احمد ندیم، **فکر و نظر**، ۴۰—۴۱: ۱—۴ (اپریل—ستمبر ۲۰۰۳ء)، ۱۹۔

کی جائیں گی۔[۱۵] جب کہ تجدد پسند طبقے کا خیال تھا کہ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق نئی تعبیرات کے ذریعے اسلامی احکام کو نافذ کیا جانا چاہیے۔ یہ نئی تعبیرات تحقیقی اداروں کے ذریعے سامنے آنی چاہیں۔[۱۶]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں اجمالی رہ نمائی فراہم کرتا ہے لیکن تفصیلی ضوابط انسانی معاشرے میں تغیر کی بنا پر تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ انسان کے روحانی تجسس، اس کے مشاہدات، تجربات اور خواہشات کی بنا پر نئی نئی ایجادات اور دریافتیں ہوتی رہتی ہیں۔ نئے نئے رسم و رواج تشکیل پاتے ہیں جس کے نتیجے میں مختلف النوع اداروں کا قیام عمل میں آتا ہے۔ طرح طرح کے نظام بنتے ہیں۔ اس طرح کے تغیرات میں اسلامی فکر کے مطمح نظر کو تحقیقات کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے۔[۱۷] اس وجہ سے انیسویں اور بیسویں صدی میں کئی اصلاحی فکری تحریکیں مسلمان معاشروں میں شروع ہوئیں۔ ان تحریکوں میں کچھ انتہا پسندی کی طرف گئیں تو کچھ تحریکوں نے تقلیدی فکری اسالیب کو چیلنج کرتے ہوئے پر امن اور انتہا پسندی سے پاک اسلامی معاشروں کی تشکیل کرنے کی تجویز دی۔ ان فکری تحریکوں کے محرکات کیا تھے؟ انھوں نے کیسے کام کیا؟ ان کا ڈھانچہ کیسے ترتیب پایا؟ اور یہ تحریکیں کس حد تک کامیاب ہو سکیں؟ ان سوالات کا جواب تحقیق کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مسلم معاشروں میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی اور تنگ نظری کی وجہ سے تشدد، انتشار اور عدم برداشت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ امن، ہم آہنگی اور برداشت کے اسلامی رویے یا تو نظر ہی نہیں آتے یا پھر ان کے مظاہر بہت کمزور ہیں اس صورت حال میں سماجی ہم آہنگی اور باہمی برداشت کے اصولوں کو اسلامی مصادر سے استنباط کرنے کے لیے بھی تحقیقی مناہج کے استعمال کی ضرورت ہے۔[۱۸]

معاصر سائنسی ترقی کی وجہ سے کئی نئی تحدیات پیدا ہو رہی ہیں۔ انسانی زندگی سے متعلق احکام محدود اور مسائل لا محدود ہیں اس لیے نئے پیدا ہونے والے معاملات کے متعلق اسلامی احکام کی تلاش تحقیق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ دستور پاکستان کی رو سے ملک کا کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس دستوری پابندی کا تقاضا یہ

۱۵– محمد سعود، "اسلامی تحقیقات کی ضرورت"، **فکر و نظر**، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶)، ۹۱۰۔

16– Zia-ul-Haq, "Islamic Research: Methods and Scope", *Islamic Studies*, 15 (1976), 43-50.

17. See: Samira Haj, *Reconfiguring Islamic Tradition: Reform Rationality and Modernity* (Stanford: Stanford University Press, 2009), 30-109; Nasr Abu Zayd, *Reformation of Islamic Thought* (Amsterdam: Amsterdam University Press, 2006), 27-59.

18. See: Abdul Aziz Said, Mohammad Abu-Nmer, Meena Sharify Funk (eds.), *Contemporary Islam: Dynamic, Not Static* (New York: Routledge, 2006), 129-189.

ہے کہ اسلامی قوانین کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق دفعات کی شکل میں مرتب کیا جائے۔ قوانین کو دفعات کی شکل میں مرتب کرنے کا کام بھی اسلامی تحقیق کا ہی ایک حصہ ہے۔پاکستان کا قیام دو قومی نظریے کی بنا پر عمل میں آیا۔ یہ نظریہ مسلمانوں کے الگ تمدن اور تہذیب کو اجاگر کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ کام بھی اسلامی تحقیقات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔[۱۹]

مختلف تاریخی وجوہ کی بنا پر اردو میں بہت ساری دوسری زبانوں کی اصطلاحات اور الفاظ مروج ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی ان کا مفہوم بھی تبدیل ہو گیا ہے۔ الفاظ واصطلاحات کے اس طرح بدلتے ہوئے عمل نے مسلمانوں میں یا تو بے عملی پیدا کر دی یا ان کو صحیح راہ سے بھٹکا دیا ہے الفاظ و اصطلاحات کا درست مفہوم اور ان کا مناسب استعمال بھی اسلامی تحقیقات کے ذریعے ہی جانا جاسکتا ہے۔

تاریخ انسانی میں خاص کر موجودہ تہذیبی سائنسی اور اجتماعی ترقی میں اسلامی افکار اور شخصیات کا بہت اہم کردار ہے۔ اسلام نے دوسری قوموں کے نظریات وعقائد پر کیسے اثر ڈالا۔ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے کون کون سے نئے علوم پیدا ہوئے اور کس طرح دنیا ما قبل سائنس کے دور سے سائنس کے دور میں داخل ہوئی، مسلم علما اور سائنس دانوں نے کیا کیا کارنامے سرانجام دیے۔یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں مسلمانوں کا کیا حصہ ہے نیز یہ کہ مسلمانوں کے بعض کارناموں اور سائنسی دریافتوں کو اہل یورپ نے کس طرح اپنے نام موسوم کیا ان سوالات کا جواب بھی اسلامی تحقیقات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

دور حاضر میں جدیدیت کا چیلنج تمام مسلمان معاشروں کو درپیش ہے۔ اس پر رد عمل کے طور پر کچھ گروہ رجعت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے جدیدیت کا انکار کر رہے ہیں تو کچھ اصلاح پسند لبرل ازم میں پناہ لینے کی بات کرتے ہیں جب کہ کچھ لوگوں کے ہاں تشکیل جدید کے ذریعے اس کا مقابلہ کرنے کی سوچ پائی جاتی ہے۔ کون سا رویہ درست ہے اور مسلمانوں کے مفادات میں ہے اس کا تعین بھی اسلامی تحقیقات کے ذریعے سے ہی ہو سکتا ہے۔[۲۰]

۱۹– محمد خالد مسعود، "ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض ومقاصد، تاریخی و تحلیلی جائزہ"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶ء) ۹۱۱۔

20– Hassan Saab, "The Spirit of Reform in Islam", *Islamic Studies* 2:1 (March 1963), 17-39); Ira M. Lapidus, "Islamic Revival and Modernity: The Contemporary Movements and the Historical Paradigms" *Journal of the Economic and Social History of Orient*, 40:4 (1997), 444-460 ; Zia-ul-Haq, "Islamic Research: Methods and Scope" *Islamic Studies*, 15 (1976), 43-50.

مسلمانوں کے بعض گروہوں نے ایک دوسرے کے خلاف تعصب کی بنا پر اور غیر مسلموں نے مذہبی اور سیاسی تعصبات کی بنا پر مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ اسلامی کے بارے میں مستشرقین نے بھی بعض مغالطے عام کیے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات ایسے ہیں جن کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ ایسے واقعات کی تنقیح کے لیے بھی اسلامی تحقیقات کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی شان دار تاریخ میں سے ان کے اسلاف کے عظیم کارناموں کو سامنے لا کر مسلمانوں کے دلوں میں احساس کمتری کو دور کرنا اور آئندہ متنوع ترقی کے لیے محرکات فراہم کرنا اور مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کرنا بھی محققین کے فرائض میں سے ہے۔ یورپ میں علوم اسلامیہ پر تحقیق کے لیے کئی ادارے قائم ہوئے ہیں ان اداروں کی تحقیق میں بعض اوقات حقائق کو مسخ کیا جاتا ہے۔ اسلامی حقائق کو مسخ ہونے سے بچانے کے لیے بھی اسلامی تحقیقات ہی مناسب طریقہ ہے۔

ایک دور تھا جب اسلامی تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں میں تحقیق و تلاش کا ایک زبردست جذبہ پیدا ہوا۔ قرآن پاک نے ایک طرف غور و فکر کی دعوت دی ہے اور دوسری طرف مشاہدۂ کائنات کی طرف توجہ دلائی ہے نیز تاریخ سے درس عبرت حاصل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ جو لوگ اپنے قلوب اور حواس کو غور و فکر اور مشاہدے کے لیے استعمال نہیں کرتے ان کو جہنم کا ایندھن بننے کی خبر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے غافل لوگ لازمی طور پر زندگی کی غلط راہ پر گامزن ہو جائیں گے جس کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں مصائب کی صورت میں ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنے باپ دادا یا کسی اور کے طریقے پر محض اس لیے چلتے ہیں کہ وہ لوگ ان کے لیے محترم تھے اور حق کی تلاش نہیں کرتے وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہیں اسلامی تحقیقات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے ایسا اسلامی مواد فراہم کیا جائے جس سے مسلمانوں میں جذبہ تحقیق پیدا کیا جا سکے۔ اسلامی تحقیق مسلمانوں کی عظیم تاریخ کا قابل فخر حصہ ہے۔ مسلمان محققین نے صرف تحقیق ہی نہیں کی بلکہ اس تحقیق کو منضبط رکھنے کے لیے اصول تحقیق بھی بنائے۔ انھی اصولِ تحقیق کو آج کے دور میں بھی نافذ کیا جا سکتا ہے اور یہ کام اسلامی تحقیق کے اداروں کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتا۔[۲۱]

۲۱- دیکھیے: محمد سعود، مصدرِ سابق، ۹۱۰- ۹۱۶ ؛ محمود احمد غازی، "اسلامی تحقیق، کرنے کے کام"، **فکر و نظر**، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶ء)، ۹۱۷- ۹۲۳ ؛ پیر محمد حسین، "مستشرقین کی تحقیقات پر تحقیق کی ضرورت"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶ء)، ۹۳۲- ۹۴۲ ؛

Muhammad Khalid Masud, "Islamic Research Insitute and Historical Analysis", Translation: Zia-ul-Haque, *Islamic Studies*, 15 (1976), 33-41.

۲- ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی فکری بنیادیں

ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کا نظریۂ پاکستان کی تاریخ اور ارتقاسے گہرا تعلق ہے۔ مسلمان ریاستیں اور معاشرے اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں بہ تدریج نو آبادیاتی نظام کا حصہ بن گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۱۹۳۰ء کی دہائی میں افغانستان اور ترکی کے علاوہ کوئی اسلامی ملک بھی آزادانہ رہا۔ استعماری اور نو آبادیاتی قوتوں نے نہ صرف مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کر لیا بلکہ انھوں نے مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی اداروں کو جو کہ دور زوال کے ساتھ ہی زوال کا شکار تھے یا تو ختم کر دیا یا پھر ان کو غیر مؤثر کر دیا۔

استعماری دور کے دوران ہی مسلمان معاشروں میں ایسی تحریکیں شروع ہو گئیں جن کا مقصد احیاے اسلام اور اسلامی معاشروں کی تشکیل جدید کی کوششیں تھی۔ اس موقع پر مسلمان مفکرین کے سامنے یہ سوال پیدا ہوا کہ مسلمان اپنی ثقافت و معاشرت کو اسلامی خطوط پر کس طرح تشکیل دے سکتے ہیں۔ اس ضمن میں کئی رجحانات سامنے آئے۔ قدامت پسند طبقے کے نزدیک قرونِ وسطیٰ کے مسلمان معاشرے کی طرز پر مسلمان معاشروں کی تشکیل نو ہونی چاہیے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ برصغیر میں مغلیہ دور میں تشکیل پانے والی معاشرتی اقدار کا تحفظ برصغیر میں اسلامی معاشرے کی تشکیل نو کا ہدف ہونا چاہیے۔ اس رجحان کے مقابلے میں تجدد پسند طبقے کا خیال تھا کہ زوال کے اسباب کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جانا چاہیے اور اس تجزیے کے ذریعے مسلمانوں کی تاریخی کمزوریوں کی اصلاح کر کے نئے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک نئے مسلم معاشرے کی تشکیل ہونی چاہیے۔ جدید تقاضوں کے مطابق ایک نئے جمہوری اور اسلامی معاشرے کے قیام کی فکر نے ہی بہ تدریج نظریۂ پاکستان کو جنم دیا اور اس نظریے کی بنیاد پر پاکستان ایک ایسی ریاست کے طور پر قائم کیا گیا جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔[۲۲]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ممبر اور دستور پاکستان کی تشکیل کرنے والی کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ انھوں نے دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> To us religion is not like a ..... sunday which can be put on when we enter a place of worship and put off when we are dealing with day to day life. This concept is absolutely foreign to us. What does the resolution say?

۲۲- محمد خالد مسعود، مصدر سابق، ۹۶۲۔

The resolution says that our polity should be based upon God's consciousness. [23]

(ہمارے نزدیک ایک مذہب یوم اتوار کو پہنایا جانے والا کوئی لباس نہیں جسے معبد میں داخلے کے وقت زیب تن کیا جائے اور اپنی روزمرہ زندگی میں اسے اتار لیا جائے۔ یہ تصور ہمارے لیے مکمل اجنبی ہے۔ دستور کیا کہتا ہے؟ دستور یہ کہتا ہے کہ ہمارا طرزِ حکومت شعوری طور پر خدا کی فراہم کردہ شریعت کی اساس پر قائم ہونا چاہیے۔)

قیام پاکستان کے دو سال بعد ریاست پاکستان کے اغراض و مقاصد کا تعین کرنے کے لیے ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد [۲۴] منظور کی گئی۔ اس قرارداد میں ریاست پاکستان کے درج ذیل دو اہم مقاصد میں بیان کیے گئے:

۱۔ جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کو جیسا کہ اسلام نے وضاحت کی ہے عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

۲۔ قرآن و سنت میں جن اسلامی تعلیمات و مقتضیات کا بیان ہے مسلمانوں کو ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔ [۲۵]

ان دو دفعات میں مذکورہ اسلامی اقدار یعنی جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری، سماجی انصاف کی عملی تعبیرات اور قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کی وضاحت کے لیے ایک تحقیقی ادارے کا قیام ضروری تھا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے اہداف و مقاصد کے تعین میں بھی یہ دو دفعات بنیادی حیثیت کی حامل رہیں۔ جس طرح برصغیر میں مسلم معاشرے کے قیام کے حوالے سے قدامت پسندوں اور تجدد پسندوں کی مختلف تعبیرات تھیں اسی طرح قرارداد مقاصد کی درج بالا دفعات کی تشریح و تعبیر کے حوالے سے بھی قدامت پسند اور

23– Sharif Al-Mujahid, *Ideological Orientation of Pakistan* (Karachi: National Book Foundation, 1976), 8.

۲۴– قرارداد مقاصد ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دستور کے دیباچے میں شامل رہی۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں ۱۹۸۵ء میں یہ دستور پاکستان کا حصہ بن گئی۔ دیکھیے:

Revival of the Constitution of 1973 order, 1985 (P.O No. 14 of 1985); Nasim Hassan Shah, "The Objective Resolution and Its Impact on the Administration of Justice in Pakistan" *Islamic Studies*, 26:4 (1987), 383-392.

۲۵– قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء (دفعہ ۲، ۳)۔

تجدد پسند طبقوں کی تعبیرات میں فرق رہا ہے۔ بر سر اقتدار گروہوں اور سیاسی جماعتوں کا نقطۂ نظر بھی ان دو دفعات کی تعبیر اور تعیین کے بارے میں بھی تبدیل ہوتا رہا ہے۔ تجدد پسند طبقے نے مسائل اور تقاضوں سے عہدہ برا ہونے پر زور دیا۔ ان کے نزدیک نئے حالات میں معاشرہ اور اس کا بنیادی ڈھانچہ اور اقدار بنیادی تبدیلیوں سے گزر رہے ہیں اس لیے قرونِ وسطیٰ کی اقدار اور روایات پر زور دینے کی بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی نئی تعبیریں پیش کی جائیں۔ تاکہ پاکستان میں ابھرتے ہوئے نئے معاشرے کی تشکیل صحیح اسلامی خطوط پر ہو سکے۔ قیام پاکستان کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام طبقات مل کر اسلامی قانونی نظام کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں۔ اس کے بغیر پاکستان میں اسلامی معاشرے کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے ابتدائی سالوں میں ایک درد مندانہ درخواست کی تھی۔ ان کا کہنا تھا:

> صرف آزادانہ اور تعمیری تبادلہ خیالات ہی کے ذریعے ہم اس پاک سرزمین میں اسلامی شریعت حقہ کے احکام کے نفاذ کے عظیم اور ایمان افروز مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہ کام نہ تو قدیم خیال کے علما اکیلے سرانجام دے سکتے ہیں اور نہ تجدد پسند عام مسلمان اسے تنہا کر سکتے ہیں۔ دونوں کو سر جوڑ کر کام کرنا ہے۔[۲۶]

۳۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق دستوری اور انتظامی اقدامات

قیام پاکستان کے بعد دستور پاکستان کی تشکیل کے حوالے سے جو مباحث ہوئے ان کا ایک اہم نقطہ پاکستان میں اسلامی تحقیق اور قرارداد مقاصد میں تجویز کردہ اخلاقی اقدار کے حصول کے لیے ایک ادارے کا قیام تھا، پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے ایک ممتاز رکن چوہدری معظم حسین المعروف ظہیر الدین لال میاں نے اس ادارے کی تشکیل کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان کو ۱۹۵۱ء میں اس ادارے کے قیام کی تشکیل کی تجویز پیش کی۔

چوہدری معظم حسین اسمبلی کے فلور پر ہمیشہ اپنی تقریروں میں کہتے تھے کہ انھیں اس کام پر اللہ تعالیٰ نے مامور کیا ہے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں ایک تحریک ۱۹ اپریل ۱۹۵۲ء میں آئین ساز اسمبلی میں پیش ہوئی۔ اس تحریک کے حق میں تقریر کرتے ہوئے چوہدری معظم حسین نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کو قرارداد مقاصد پر عمل درآمد کی ایک کڑی قرار دیا۔ ان کے نزدیک پاکستان کے قیام کے بعد اب فکری رہ نمائی کے

۲۶۔ خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۲۔

لیے مغرب کی بجائے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اسلامی طرز زندگی کی ترویج کے لیے اسلامی تعلیم ضروری ہوگئی تھی اور اس کے لیے اسلامی تحقیقات کی ضرورت تھی اور ان تحقیقات کا مطمح نظر پاکستان میں اسلامی طرز زندگی کی ترویج کے لیے فکری رہ نمائی مہیا کرنا تھا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق اس تحریک کے حق اور مخالفت میں ہونے والی تقریروں کا لب لباب یہ تھا کہ اسلامی تعلیمات میں تمام مسائل کا حل موجود ہے اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے ذریعے یہ نشان دہی کی جاسکتی ہے کہ ان مسائل کو کیسے حل کیا جائے۔(۲۷)

چوہدری معظم حسین لال میا اور دستور ساز اسمبلی کے دوسرے اراکین کی کوششوں کے نتیجے میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے حوالے سے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے ۹/ اپریل ۱۹۵۲ء کو درج ذیل قرارداد منظور کی:

> That this Assembly is of opinion that a central Institute to be named as the Institute of Islamic Researches be set up forth with in the Federal Area of Karachi with various branches and departments where researches can be carried out in the various fields of human knowledge and activity, social, economic, historical, education, cultural, constitutional, juristic, etc., and high class literature on various subjects related to and having bearing on, Islam be produced. (28)

> (اس اسمبلی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نام سے ایک مرکزی ادارہ کراچی کے فیڈرل ایریا میں قائم کیا جائے جس کی متعدد شاخیں اور شعبے ہوں۔ اس میں کئی موضوعات پر سماجی، معاشی، تاریخی، تعلیمی، ثقافتی، دسوری اور فقہی پہلوؤں سے انسانی علوم و سرگرمیوں پر تحقیقات کی جائیں۔ نیز اس میں اعلیٰ پائے کا ادب تخلیق کیا جائے اور یہ امور اسلام سے متعلق ہوں اور اس کی ان پر چھاپ ہو۔)(۲۹)

اس قرارداد کے الفاظ میں مذکور اعلیٰ درجے کے ادبی اور تحقیقی الفاظ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ادارے کے مخاطب عام لوگوں کی بجائے مفکرین، دانش ور اور یونی ورسٹیوں کے لوگ ہوں گے۔ مزید یہ کہ اس کی تحقیق علوم و فنون کے تمام شعبہ جات میں ہوگی اور اس میں اسلامی نقطۂ نظر کو مد نظر رکھا جائے گا۔

۲۷- مباحث دستور ساز اسمبلی، جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۲۰، ص ۱۲۹۳۔

28- Constituent Assembly of Pakistan Debates, Thursday the 9th April, 1952, Resolution Re-Establishment of an Institute of Islamic Research, 1213-1314.

۲۹- مباحث دستور ساز اسمبلی، جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۲۰، ص ۱۲۹۳۔

دستور ساز اسمبلی نے ۱۹۴۹ء میں قرار داد مقاصد کی اسلامی دفعات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی کے مشورے سے ۱۹۵۰ء میں دستور پاکستان کا پہلا ڈرافٹ تیار کیا گیا۔ بعض علما کے اس مسودے پر تحفظات کی وجہ سے پھر ایک دوسرا ڈرافٹ ۱۹۵۲ء میں پیش کیا گیا۔ اس ڈرافٹ میں نہ صرف اسلامی دفعات نمایاں تھیں بلکہ ان دفعات کی عملی تطبیق کے لیے علما کے بورڈ کے قیام کی تجویز بھی شامل تھی۔[۳۰] اسی غرض سے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے تعلیمات اسلامی بورڈ کے قیام کا اعلان کیا جس کے صدر علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم اور ارکان میں مفتی محمد شفیع، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور مفتی جعفر حسین شامل تھے۔ اس کے سیکرٹری جناب ظفر احمد انصاری مقرر کیے گئے۔ بعض وجوہ کی بنا پر اس بورڈ کی رپورٹ شائع نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی مرتب کردہ سفارشات پر عمل کیا گیا۔ نظریاتی اختلافات کے باوجود ارباب دانش واختیار برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی اقدار پر مرتب کیا جائے۔

دستور پاکستان کے ۱۹۵۰ء کے مسودے میں تین اہم اقدامات تجویز کیے گئے:

۱۔ شراب، جوا، زناکاری اور ربا کو خلاف قانون قرار دینے اور وطن عزیز میں زکاۃ، اوقاف مساجد کی تنظیم اور اخلاقی امداد کی ترویج واشاعت کے انتظام کی سفارش کی گئی۔

۲۔ اسلامی قانون کے ماہرین کے ایک ایسے بورڈ کے قیام کی سفارش کی گئی جو اس بات کی رائے دے کہ اسمبلی میں پیش کئے جانے والا بل قرآن وسنت کے منافی تو نہیں۔

۳۔ اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک تنظیم قائم کی جائے۔

اس تنظیم کی تجویز ۹ اپریل ۱۹۵۲ء کی قرار داد پر عمل در آمد کے لیے تھی لیکن دونوں میں تعبیر کا اختلاف تھا۔ اسمبلی کی قرار داد کی رو سے فکری رہ نمائی کے لیے تحقیقاتی ادارے کی ضرورت تھی جب کہ ۱۹۵۲ء میں پیش کردہ دستور کے مسودے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تنظیم کے قیام کا مقصد معروف اور معلوم اقدار کی ترویج اور اشاعت تھی۔

انھی اختلافی آرا کی موجودگی میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء سے مولانا عبد العزیز میمنی کی تقرری سے ادارہ تحقیقات کا آغاز ہو گیا۔ اس وقت تک ادارے کے اغراض و مقاصد کی نشان دہی ہوئی تھی اور نہ ہی ادارے کا کوئی

۳۰۔ خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۵۔

واضح نقشہ پیش کیا گیا تھا۔ مولانا میمن دستور پاکستان ۱۹۵۲ء کے مسودے میں تجویز کردہ اقدامات کے نفاذ کی بجائے اس ادارے کو ایک خالص علمی اور تحقیقی ادارہ بنانا چاہتے تھے۔ (۳۱)

۱۹۵۲ء کے بعد بھی دستور پاکستان کے مسودات پیش ہوتے رہے اور ۱۹۵۴ء کے مسودے میں جسے بعض ترمیمات کے ساتھ ۱۹۵۶ء میں دستور پاکستان کے طور پر منظور کر لیا گیا تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تنظیم کی تجویز واپس لے لی گئی اور اس کی جگہ ادارہ اسلامی تحقیقات و ہدایت برائے اعلیٰ تعلیم کی تجویز دی گئی۔ اس ضمن میں جناب آئی آئی چندریگر وزیر قانون نے ۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو ادارے کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

"بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے پیرا ۲۰۱ میں تجویز کیا تھا کہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ایک تنظیم قائم کی جائے گی۔ ہم نے اس کی جگہ اس سے بہتر دفعہ (شق نمبر ۲۰۴) دی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ صدر ایک تنظیم قائم کرے گا جسے ادارہ اسلامی تحقیقات و ہدایت برائے اعلیٰ تعلیم کہا جائے گا جو مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی خطوط پر تشکیل نو میں مدد کرے گا۔

ب۔ اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے پارلیمنٹ قانون کے ذریعے مسلمانوں پر خصوصی ٹیکس عائد کرے گی۔" (۳۲)

یہی تجویز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۵۶ء کے دستور میں بغیر کسی ترمیم کے دفعہ ۱۹۷ کے طور پر شامل کر لی گئی۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۶ء تک کی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق دستوری پیش رفت پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد مسعود کہتے ہیں:

اس ضمن میں یہ بات قابل توجہ تھی کہ ادارے کے قیام کی غرض و غایت پہلے جس اصول سے وابستہ تھی یعنی اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے قابل بنانا اور جو ادارے کے قیام کی دفعہ کے ساتھ ہی مذکور ہوئی تھی اس کو اب الگ کر دیا گیا۔ ایک اور دفعہ ۱۹۸ کے تحت اسلامی قانون کی تیاری اور سفارشات کے لیے کمیشن کا قیام طے پایا لیکن اس کا بھی ادارہ تحقیقات اسلامی سے براہ راست تعلق نہیں رکھا گیا۔ (۳۳)

۳۱۔ بزمی انصاری، "ادارہ تحقیقات اسلامی: ایک جمالی تعارف، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۳: ۱۱، ۹۴۵۔

۳۲۔ مباحث دستور ساز اسمبلی، جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۲۰، ۱۲۹۴۔

۳۳۔ خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۷۔

۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو کہ وفاقی وزیر قانون اور پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کے ممبر تھے یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی تعلیمات بورڈ جو کہ سید سلمان ندوی کے انتقال اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مستقل طور پر پیرس چلے جانے کے بعد غیر مؤثر ہو گیا ہے کی جگہ ایک نئے ادارہ کی تشکیل کی جائے جو مستقل بنیادوں پر عملِ مسلسل اور تواتر کے تحت وہی فرائض سر انجام دے جو تعلیمات اسلامی بورڈ کو تفویض کیے گئے تھے۔ چوں کہ جناب اشتیاق حسین قریشی قانون ساز اسمبلی میں بھی بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے ممبر تھے اس لیے وہ اس ادارے کی تاسیس کے ضمن میں ہونے والی مباحث سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔[۳۴]

فروری ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بہ طور وزیر تعلیم پشاور میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کے ضمن میں اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں اس وقت کے پانچوں صوبوں کی وزارت ہائے تعلیم کے افسران کے علاوہ مشہور مفکر اور دانش ور بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے زیر انتظام آئینی تقاضوں کے مطابق ایک خود مختار اور آزاد ادارہ قائم کیا جائے۔ اس ادارے کا نام مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی یا Central Institute of Islamic Research رکھا جائے۔ اس ضمن میں یہ بھی تجویز کیا گیا کہ یہ ادارہ اپنے فرائض اور تحقیقاتی امور میں کلیۃً خود مختار ہو گا۔ جب کہ مالیاتی اعتبار سے یہ ادارہ وزارت تعلیم کے ماتحت ہو گا۔[۳۵]

اسی دوران پروفیسر اشتیاق حسین قریشی کولمبیا یونی ورسٹی، نیو یارک میں قائد اعظم چیئر کے پروفیسر ہو گئے اور ادارے کے قیام کی کوششیں رک گئیں۔ ان کے بعد مرحوم ممتاز حسین جو کہ منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین تھے نے ادارے کے قیام کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس ضمن میں انھوں نے ضروری انتظامی امور طے کیے۔ بالآخر اکتوبر ۱۹۵۴ء میں مولانا عبد العزیز میمن جو کہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی اور پنجاب یونی ورسٹی کے سابق پروفیسر تھے کی بہ طور منتظم ادارہ تقرری سے ادارہ تحقیقات اسلامی نے ابتدائی طور پر اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ مولانا عبد العزیز میمن کے ضمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ ادارے کے لیے ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ قائم کریں تا کہ باقاعدہ

۳۴- بزمی انصاری، مصدرِ سابق، ۹۴۵ ؛ محمد میاں صدیقی، "ادارہ تحقیقات اسلامی: تعارف، اغراض و مقاصد اور دائرہ کار"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۲۰: ۹- ۱۰ (مارچ-اپریل ۱۹۸۳ء)، ۱۶۴۔

۳۵- بزمی انصاری، مصدرِ سابق، ۵۵ ؛ محمد میاں صدیقی، مصدرِ سابق، ۱۶۷- ۱۶۸۔

تحقیقی کام سے پہلے اس تحقیق کے لیے ضروری کتب اور مواد فراہم کیا جا سکے۔ الغرض مولانا عبد العزیز میمن کی زیر نگرانی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے بہادر آباد، کراچی میں کرائے کی ایک عمارت میں کام شروع کر دیا۔[۳۶]

۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا قیام ایک دستوری تقاضا تھا۔ اس غرض کے لیے مرکزی وزارت تعلیم نے مارچ ۱۹۵۸ء میں ایک تنظیمی کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس ۱۴/ مارچ ۱۹۵۸ء کو منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین جناب ممتاز حسین کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

اس اجلاس کے موقع پر ڈاکٹر آئی۔ ایچ زبیری جو کہ اس وقت حکومت پاکستان کے تعلیمی مشیر تھے نے بھی خطاب کیا انھوں نے اپنے خطاب میں اس دن کو تاریخی قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ یہ ادارہ ایسی اعلیٰ تحقیق کرے گا جو مسلم معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جدید میں مدد و معاون ثابت ہو گی۔ انھوں نے کہا کہ دستور پاکستان کی متعلقہ دفعات میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقصد (Scope)، خصوصیت (Character) اور نوعیت کی وضاحت کر دی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ معاصر دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ کسی ملک کا دستور کسی تحقیقی ادارے کے قیام کی سفارش کرے، انھوں نے اس موقع پر معاصر تہذیبی چیلنجز کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح اسلامی نظریہ حیات زندگی میں دورخی کو ختم کرتا ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں اسلامی تاریخ کے شان دار اداروں کا ذکر کیا اور بتایا کہ فلسفہ، قانون اور طبعی علوم کے مطالعے کی خواہش کی وجہ سے مسلمانوں نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں اور اس طرح کے ادارے نیشاپور، دمشق، بیت المقدس، قاہرہ اور اسکندریہ میں بھی قائم کیے۔ انھوں نے مسلمان مفکرین کی ترویج علوم میں خدمات کا بھی ذکر کیا۔ اس موقع پر انھوں نے ادارے کے مستقبل کے حوالے سے کہا:

> Muslims are no longer living in the hour of decay and doom, we are under the shadow of God, masters of our own destine and we therefore see no reason why this Institute of Islamic Research may not help the nation in reviewing the lost values and fashioning the new ones according to the basic principles of Islam. As Shakespeare has said: ‘It is a chance which does redeem all sorrows that ever I have felt’.[37]

۳۶۔ بزمی انصاری، م۔س، ۹۴۶۔

۳۷۔ جناب ڈاکٹر آئی۔ ایچ زبیری کی اس تقریر کا متن ان کی زوجہ محترمہ سعیدہ زبیری نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو فراہم کیا تھا۔ See: Islamic Studies 34: 4 (1995), 473-475.

(مسلمان عرصے سے زوال وانحطاط سے گزر رہے ہیں۔ ہم خدا کے سائے میں ہیں اور اپنی تقدیر کے مالک ہیں؛ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی تحقیق کا یہ ادارہ قوم کی اس بات میں مدد نہ کرے کہ کھوئی ہوئی اقدار پر از سر نو نظر ڈالی جائے اور اسلام کے اصولوں پر نئی اقدار کی طرح / بنیاد ڈالی جائے جیسا کہ شیکسپیئر کہتا ہے: یہ موقع ہے کہ ان تمام غموں کی تلافی کی جائے جو کبھی میں نے محسوس کیے تھے۔)

ادارے کے قیام کے حوالے سے قائم شدہ اس کمیٹی نے بحث و مباحثے اور گہرے غور و فکر کے بعد دستور پاکستان کی متعلقہ دفعات کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارے کے قیام کے لیے درج ذیل قرارداد پاس کی:

The Institute will be concerned with the study of Islam and its civilization and culture and will promote research in all branches of thought and learning in which Muslims have distinguished themselves in the past and which are of importance to them in present day conditions in order to assist in the re-construction of Muslim society on a truly Islamic basis.[38]

(اس ادارے کا تعلق اسلام اور اس کی تہذیب و ثقافت کے مطالعے سے متعلّق ہو گا۔ یہ ادارہ فکر و عمل کے ان تمام میدانوں میں تحقیق کو ترقی دے گا جن میں مسلمانوں نے ماضی میں اپنے آپ کو ممتاز کیا اور جو ان کے لیے آج بھی اہم ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہو گا کہ حقیقی اسلامی اساس پر مسلم سماج کی تشکیل جدید میں معاونت کی جائے۔)

اس انتظامی کمیٹی کی قرارداد کے نتیجے میں ادارے کے قیام کا رسمی اعلامیہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۰ء کو جاری کیا گیا۔[۳۹] اس رسمی اعلان میں ادارے کے مقاصد، اس کے منسلکہ ادارے، ادارے کے بورڈ آف گورنرز، کوارڈنیرنگ کمیٹی، ادارے کے بورڈ آف گورنرز کے اختیارات اور ادارے کے مقام کی جگہ کا تعین کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء کے اس اعلامیہ کے ذریعے ۸ر جولائی ۱۹۵۸ء کے نوٹیفکیشن نمبر 19-5/57-E IV کو منسوخ کر دیا گیا۔

۱۰ر مارچ ۱۹۶۰ء کے نوٹیفکیشن کے ذریعے ادارے کا قیام ایک یونی ورسٹی کی طرز پر کیا گیا اور اس کے ساتھ درج ذیل اداروں کو منسلک کر دیا گیا۔

۳۸– اس قرارداد کا نسخہ ادارے کی تاریخی گیلری میں لگایا گیا ہے۔ اس میں قرارداد پر شرکاے اجلاس کے نام اور دست خط موجود ہیں۔

Hand Book and Master Plan of Islamic Research Institute, Islamabad, Pakistan, 14.

39– Notification No. F-15-1059-E.IV, Government of Pakistan, Ministry of Education, Dated: March 10th, 1960.

۱۔ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر، لاہور

۲۔ اقبال اکیڈمی، کراچی

۳۔ اسلامک اکیڈمی، ڈھاکہ

۱۹۶۰ء کے اواخر میں ادارہ تحقیقات اسلامی بہادر آباد سے سندھ، مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی ڈرک روڈ کے ایک وسیع مکان میں منتقل ہو گیا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے بورڈ آف گورنر کا پہلا اجلاس بورڈ کے چیئرمین جناب حبیب الرحمٰن وفاقی وزیرِ تعلیم کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بورڈ کے چیئرمین نے کہا:

> ادارے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ وہ اسلام کی تعبیر اس انداز سے پیش کرے کہ یہ ایک ایسا نظریہ حیات ثابت ہو سکے جو موجودہ دور کے چیلنج کا سامنا کر سکے اور موجودہ سائنسی دور کے تقاضوں سے عہدہ برا ہو سکے۔ ادارے کی یہ بہت بڑی خدمت ہو گی کہ وہ اسلامی تعلیمات کو عقل، قابل فہم اور لبرل انداز میں پیش کر سکے۔ [۴۰]

۱۹۶۱ء میں ادارے کے ریسرچ کے عملے کا تقرر کیا گیا۔ کینیڈا اور امریکہ سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ڈاکٹر اسمٰعیل راجی الفاروقی کو بہ طور خاص پروفیسرز کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ اس دوران ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تجویز پر ادارہ میں باقاعدہ ہفتہ وار سیمی نارز کیے جانے لگے۔ ان سیمی نارز میں مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفت گو ہوتی تھی جس میں محققین پوری آزادی سے شریک ہوتے تھے۔ اسی جگہ ادارے نے اپنے تحقیقی مجلات **فکر و نظر** اور **اسلامک اسٹڈیز** شروع کیے۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ادارہ تحقیقات اسلامی کا کراچی میں دورہ کیا اور ادارے کے عملے سے خطاب کیا۔ صدر ایوب خان نے ۱۹۵۶ء کا دستور منسوخ کیا تو ساتھ ہی ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلقہ دفعات بھی منسوخ ہو گئیں۔ تاہم جب ۱۹۶۲ء کا دستور پاکستان بنا تو ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلقہ دفعات کو دوبارہ اس میں شامل کر دیا گیا۔

۱۹۶۲ء کے آئین کی دفعہ ۲۰۷، ۱۹۵۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۹۷ سے مختلف نہ تھی اس دفعہ میں کہا گیا کہ ”ادارے کا کام اسلامی تحقیقات اور اسلام کے بارے میں تعلیم و ہدایات کا اجرا تھا تاکہ مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تشکیل نو میں مدد مل سکے۔“[۴۱] ۱۹۶۲ء کے اس دستور میں دفعہ میں دوسری آئینی تنظیموں مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ سے متعلق کا ذکر نہیں تھا البتہ اس آئین کو پیش کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان نے ادارہ تحقیقات اسلامی اور اسلامی نظریاتی کونسل سے بالواسطہ تعلق کی وضاحت کی تھی کہ:

۴۰۔ خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۷۔

۴۱۔ دستور پاکستان ۱۹۶۲ء، دفعہ ۲۰۷۔

اس آئین میں ایک دفعہ کے ذریعے اسلامی نظریاتی مشاورتی کونسل قائم کی گئی تا کہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد دی جائے۔ یہ ادارہ دینیات، قانون، معاشیات اور انتظامی امور کے ماہرین سے تشکیل دیا جائے گا اور ادارہ تحقیقات اسلامی اس کی مدد کرے گا۔[۴۲]

اس طرح ادارہ تحقیقات اسلامی کی زیادہ تر توجہ اسلامی قانون اور اس سے متعلقہ موضوعات کی طرف مبذول ہو گئی۔

۱۹۷۲ء کے عبوری آئین میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام والی دفعہ ۲۵۹ کے طور پر شامل تھی۔ یہ دفعہ ۱۹۵۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۹۷ اور ۱۹۶۲ء کے دستور کی دفعہ ۲۰۷ سے مختلف نہ تھی البتہ ۱۹۷۳ء کے دستور سے یہ دفعہ ختم کر دی گئی تاہم مصالحتی آئین کی تجویز کے بر خلاف اسلامی نظریاتی کونسل کی دفعہ بر قرار رکھی گئی۔ اسی طرح ۱۹۷۲ء کے عبوری آئین کے ابتدائیے میں وہ جملہ بھی بر قرار رہا جس کی تکمیل کے لیے ادارہ کے قیام کی تجویز ہوئی تھی وہ جملہ یوں ہے: ”مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی دائروں میں اپنی زندگیاں قرآن و سنت میں بیان شدہ اسلام کی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق گزار سکیں۔“[۴۳]

۱۹۷۳ء کے آئین میں ادارے سے متعلق دفعہ دستور کا حصہ نہ بنی جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اب ادارے کا مقصد خالص تحقیق ہو گا۔ ذو الفقار علی بھٹو کے دور میں ادارہ تحقیقات اسلامی کو پاکستان میں اسلام کے بارے میں تحقیقی سرگرمیوں کو منظم اور ہم آہنگ رکھنے کے لیے عصبی مرکز قرار دے دیا گیا۔ اس ضمن میں ۱۸؍جون ۱۹۷۴ء کو جناب عبد الحفیظ پیرزادہ وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور نے ادارہ کے ضمن میں اعلان کیا کہ

ادارہ تحقیقات اسلامی اس سے منسلک اداروں اور پاکستانی یونی ورسٹیوں کے شعبہ ہائے اسلامیات کی تحقیقات کو ہم آہنگ کرنے کے لیے باضابطہ طور پر ایک مجلس تشکیل دی جائے گی۔ اس کا مقصد یہ ہو گا کہ تحقیقات میں تکرار اور اعادے کے امکان کو دور کیا جائے اور تحقیقاتی منصوبوں کو ملکی ضروریات کے ہم آہنگ بنایا جائے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی ملک میں اسلامی تحقیقات کا عصبی مرکز ہو گا۔ یہ مخصوص قسم کے اداروں اور آئینی تنظیموں مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل کی تحقیقاتی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ ادارے کی تحقیقات، تخلیقی ہوں گی اور ملکی ضروریات اور تقاضوں سے بالخصوص اور مسلم دنیا کے مسائل سے بالعموم مطابقت رکھیں گی۔[۴۴]

۴۲- خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۹۔

۴۳- خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۸۱۔

۴۴- خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۷۲۔

۱۹۶۶ء میں وزارت قانون کے پیہم اصرار پر انتظامی سہولت کے پیش نظر ادارہ کا صدر مقام کراچی سے تبدیل کر کے اسلام آباد مقرر کیا گیا۔ مئی ۱۹۶۶ء میں ادارہ پاکستان کے نئے دار الحکومت اسلام آباد میں منتقل ہوا۔ اسلام آباد ہی میں ادارہ کا اپنا مطبع قائم ہوا۔ اس مطبع نے عربی، فارسی، اردو، انگریزی ٹائپ کی سہولتیں فراہم کیں۔ یہاں سے ادارے کی مطبوعات کی اشاعت شروع ہوئی۔ اس ضمن میں ایشیاء فاؤنڈیشن نے ادارہ کو گراں قدر مالی اور فنی امداد مہیا کی۔[۴۵]

سابق وزیر اعظم پاکستان جناب ذو الفقار علی بھٹو کے دور میں جب وزارت مذہبی امور قائم ہوئی تو ادارہ تحقیقات اسلامی اس وزارت کے ماتحت ہو گیا۔ اور مولانا کوثر نیازی جو اس وقت مذہبی امور کے وفاقی وزیر تھے اس ادارے کے چیئر مین بن گئے۔ انھوں نے بہ طور چیئر مین ادارہ تحقیقات اسلامی کے لیے بہت کام کیا۔[۴۶] اور اس ادارے کو بہت متحرک کیا۔ ۱۹۷۶ء میں ادارے کے یوم تاسیس کے موقع پر وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب ذو الفقار علی بھٹو نے اپنے پیغام میں کہا: "موجودہ عوامی حکومت اسلام کی انقلابی تعلیمات کو فروغ دینا چاہتی ہے تاکہ دنیا بھر میں یہ احساس عام ہو سکے کہ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک محرک نظام ہے"[۴۷]

اگرچہ ادارہ تحقیقات اسلامی نے اپنے قیام کے ساتھ ہی نمایاں کام کا آغاز کر دیا تھا لیکن ادارے کا انتظامی کنٹرول کسی ایک وزارت میں نہیں رہا، ۱۹۶۰ء سے لے کر ۱۹۸۰ء تک ادارہ مختلف وزارتوں کے ساتھ منسلک ہوتا رہا۔ ۱۹۶۰ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک ادارہ تحقیقات اسلامی وفاقی وزارت تعلیم کا حصہ تھا۔ بعد میں یہ سوچا گیا کہ چوں کہ یہ ادارہ پاکستان میں قانون سازی، خاص طور پر اسلامی قانون سازی کا مشاورتی ادارہ ہے اس لیے ادارہ تحقیقات اسلامی کو ۱۹۶۵ء میں وفاقی وزارت قانون اور پارلیمانی امور کے تحت کر دیا گیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں مذہبی امور کی نئی وزارت قائم ہوئی اور اس وزارت کی سربراہی مولانا کوثر نیازی کے حوالے کی گئی نئی وزارت کو مؤثر بنانے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقات اسلامی کو وزارت مذہبی امور کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اس طرح ۲۰ر اگست ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۷ء تک یہ ادارہ وزارت مذہبی امور کے ماتحت رہا۔ ۲۱ر اگست ۱۹۷۷ء سے لے کر ۶ر مارچ ۱۹۷۸ء تک ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلامی نظریاتی کونسل سے منسلک کر دیا گیا۔ ۷ر مارچ ۱۹۷۸ء سے ۹ر مئی ۱۹۷۸ء تک ادارہ پھر وزارت قانون اور پارلیمانی امور کے ساتھ منسک کر دیا گیا۔ ۸ر مئی ۱۹۷۸ء سے ۲۳ر

۴۵- بزمی انصاری، م۔ن،۔ Hand Book of Islamic Research Institute, 1980

۴۶- نثار بزمی، م۔ن، ص ۶۰۔

۴۷- امین اللہ وثیر، فکر و نظر، ۱۳: ۱۲ (جون ۱۹۷۶)، ۴۔

مارچ ۱۹۷۹ء تک ادارہ کو دوبارہ وزارت مذہبی امور کے ماتحت کر دیا گیا اور اس کے بورڈ آف گورنرز کو ختم کر دیا گیا۔ ۲۲/ مارچ ۱۹۷۹ء کو ادارے کو وزارت مذہبی امور کے تحت ایک خود مختار ادارے کی حیثیت دی گئی۔ کنٹرولنگ وزارتوں کی تبدیلی کی وجہ سے ادارے کی کارکردگی متاثر ہوتی رہی، تاہم ۱۹۸۰ء میں یہ ادارہ حتمی طور پر اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد سے منسلک کر دیا گیا۔ ۱۹۸۵ء میں جب اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کا نام دیا گیا تو ادارہ تحقیقات اسلامی اس یونی ورسٹی کا خود مختار حیثیت میں حصہ بن گیا۔[۴۸]

ج- ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مقاصد

قرار داد مقاصد ۱۹۴۹ء اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۲ء کے عبوری دساتیر میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا اوّلین اور اساسی مقصد پاکستان میں اسلامی معاشرے کی تشکیل جدید کے لیے کام کرنا تھا۔[۴۹] تاہم مختلف ادوار میں حکومتی ترجیحات میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور انھی تبدیلیوں کے نتیجے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اہداف اور مقاصد میں بھی تبدیلی ہوتی رہی، ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقاصد ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۵ء اور پھر ۲۰۰۰ء میں تبدیلیوں اور تغیر سے گزرے، یہی تفصیلات ذیل میں پیش خدمت ہیں:

ا- ۱۹۶۰ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقاصد

۱۰/ مارچ ۱۹۶۰ء کے وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے حکم نامہ کے ذریعے ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی غرض وغایت درج ذیل الفاظ میں کی گئی:

> اسلام پر تحقیقات کو منظم شکل دینے، موجودہ دور میں اسلام کی عقلی اور سائنٹفک تعبیر کرنے اور تاریخ، فلسفہ، سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں مسلمانوں کے کارناموں سے روشناس کرانے کے لیے صدر مملکت مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کا اعلان کرتے ہیں۔[۵۰]

اس حکم نامے میں ادارے کے حسب ذیل مقاصد بیان کیے گئے:

(i) To define Islam in terms of its fundamentals in a rational and liberal manner and to emphasise, among others, the

---

48- Hand Book and Master Plan of Islamic Research Institute, Islamabad 1980, 15.

۴۹- دیکھیے: قرار داد مقاصد ۱۹۴۹ء، دفعہ ۶؛ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۵۶ء دفعہ ۱۹۷؛ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۶۲ء دفعہ ۲۰۷؛ عبوری دستور پاکستان ۱۹۷۲ء، دفعہ ۲۵۹۔

50- Notification No. F-15-1059-E IV, Dated 10-03-1960 ;

محمد میاں صدیقی، مصدرِ سابق، ۱۶۷- ۱۶۸۔

basic Islamic ideals of universal brotherhood, tolerance and social justice;

(اسلامی مبادیات کو عقلی اور معتدل انداز میں بیان کرنا اور دیگر امور کے مابین اسلام کے بنیادی آدرشوں جیسے آفاقی اخوت، عفوودرگزر اور عدلِ اجتماعی پر زور دینا۔)

(ii) To interpret the teachings of Islam in such a way as to bring out its dynamic character in the context of the intellectual and scientific progress of the modern world;

(اسلامی تعلیمات کی وضاحت ایسے انداز میں کرنا کہ اس کے حرکی کردار کو جدید دنیا کے فکری اور سائنسی سفر کے سیاق میں سامنے لایا جائے۔)

(iii) To carry out research in the contribution of Islam to thought, science and culture with a view to enabling the Muslims to recapture an eminent position in these fields;

(فکر، سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں اسلام کے کردار پر تحقیق بجالانا جس کا مطمح نظر یہ ہو کہ مسلمان ان میدانوں میں دوبارہ ممتاز مقام پا سکیں۔)

(iv) To take appropriate measures for organising and encouraging research in Islamic, history, philosophy, law and jurisprudence, etc.

(اسلامی تاریخ، فلسفہ، قانون اور اصولِ فقہ میں تحقیق کے لیے خاطر خواہ تنظیم و حوصلہ افزائی کے اقدامات کرنا۔)

۱۹۶۰ء میں جاری کیے جانے والے ادارے کے مقاصد بڑے اہم اور واضح تھے اور ان کا ہدف پاکستانی معاشرے کی اسلامی اقدار پر ایسی جدید تشکیل تھی جس میں عالم گیر اخوت، رواداری اور سماجی انصاف جیسی اسلامی لیکن دور حاضر میں اہم اقدار پر عمل درآمد ہو۔ ان اقدار کو معاصر تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیمات کی علمی اور عقلی تفہیم کے بغیر عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس لیے ان مقاصد میں اسلام کی حرکت پزیری کو بنیاد بناتے ہوئے فکر، سائنس اور ثقافت میں ایسی تحقیقات پر زور دیا گیا جن سے مسلمان دوبارہ ان علمی میادین میں نمایاں مقام حاصل کر سکیں۔ یہ مقاصد انسانی علوم کے مختلف شعبوں میں ایسی تحقیق کو منظم کرنے پر زور دیتے ہیں جو ماضی سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے مستقبل کے لیے راہ عمل متعین کرے۔ یہ مقاصد واضح طور پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ تشکیل جدید اور اسلام کی حرکت پذیری جیسے افکار کی روشنی میں تشکیل دیے گئے تھے۔ اس لیے یہ چاروں

مقاصد ادارے کے اصول اور بنیادی ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئے اور بعد میں مختلف ادوار میں ادارے کی جو پالیسیاں بنتی رہیں یہ مقاصد ان میں شامل رہے۔(۵۱)

۱۹۶۵ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی تشکیل جدید ۱۹۶۰ء کے ادارے کے مقاصد کے مطابق ہی تھی۔ تاہم ۱۹۶۲ء کے دستور کے تقاضوں کے مطابق ادارہ تحقیقات اسلامی کے Functions کو دوبارہ بیان کیا گیا لیکن اس کے مقاصد میں تغیر اور تبدیلی کا حکم نامہ میں ذکر نہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ۱۹۶۰ء والے مقاصد ہی قابل عمل ہیں۔ ۱۹۶۵ء کے حکم نامے میں ادارے کے Functions کی وضاحت اس طرح کی گئی:

> The functions of this institute shall be to undertake Islamic research and instruction in Islam for the purpose of assisting in the reconstruction of Muslim society on a truly Islamic basis.[52]
>
> (اس ادارے کا کردار یہ ہو گا کہ حقیقی اسلامی اساس پر مسلمان سماج کی تعمیر نو کے لیے اسلامی تحقیق کو بروے کار لایا جائے۔)

انھی Functions کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارے نے اپنا پہلا تحقیقی منصوبہ ۱۹۶۵ء میں تیار کیا۔

۲- ۱۹۷۹ء میں طے کیے گئے ادارہ تحقیقات اسلامی کے بنیادی مقاصد

پاکستان پیپلز پارٹی کی ترجیحات کافی مختلف تھیں۔ انھی ترجیحات کی روشنی میں وفاقی وزارت برائے مذہبی و اقلیتی امور نے ۱۹۷۹ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے متعلق ایک نیا حکم نامہ جاری کیا۔ اس حکم نامے میں ادارے کی دستوری حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا:

> Whereas Article 31 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan provides that steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy

---

۵۱- محمد خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۹۶۷- ۹۶۸۔

Above mentioned notification dated 10-03-1960; Compendious of Islamic Research Institute's Rules & Regulations 2017, 24.

52- Government of Pakistan, Ministry of Law and Parliamentary Affairs (Law Division), 1965, No.F. 24(23)/65-A, dated: 20-07-1965.

Quran and Sunnah: And whereas in connection with the purposes aforesaid it is necessary to establish an institution charged with the duty of conducting research and realising other objectives mentioned hereafter.

(اسلامی جمہوریہ پاکستان کے کے آرٹیکل ۳۱ کی رو سے مسلمانانِ پاکستان کو انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے اس لائق بنانے کے لیے اقدامات کرنا کہ وہ اپنی زندگیاں اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔ انہیں ایسی سہولیات فراہم کرنا کہ وہ زندگی کے مقصد کو قرآن و سنت کے مطابق سمجھ سکیں۔ اس مقصد کے لیے ایسے ادارے کا قیام ضروری ہے جو تحقیق اور ان مقاصد کو پورا کرنے کو بروے کار لائے۔)

اس حکم نامے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے درج ذیل مقاصد طے کیے گئے:

(1) To undertake and promote research on a continuing basis into the socio-economic, administrative, legal and political aspects of a Muslim society and polity, with particular reference to Pakistan, with a view to their reconstruction on a truly Islamic basis and to conduct surveys, seminars and symposia for this purpose.

(مسلم سماج خصوصاً پاکستان میں مسلسل بنیادوں پر سماجی، معاشی، انتظامی، قانونی اور سیاسی سطح پر تحقیق کو پروان چڑھانا۔ اس میں یہ بات پیش نظر رکھی جائے کہ خالص اسلامی بنیادوں پر ان امور کی تشکیل نو کی جائے اور اس مقصد کے لیے سروے، سیمی نار اور سمپوزیم منعقد کیے جائیں۔)

(2) To study the contemporary problems of the World of Islam including the causes leading to the decline of Muslim power and influence, to suggest solutions for those problems in the light of the injunctions and teachings of Islam and their application to different aspects of a progressive Muslim society and polity.

(دنیائے اسلام کے معاصر مسائل، نیز ان اسباب کا مطالعہ جو مسلمان طاقت اور اثر کے زوال کا باعث ہوئے ہیں اس مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کی ہدایات و تعلیمات کی روشنی میں ان مسائل کا حل تجویز کیا جائے اور اسے ترقی پذیر مسلم سماج اور حکومت کے مختلف پہلوؤں پر منطبق کیا جائے۔)

(3) To provide information, advice and consultation to the Council of Islamic Ideology, Ministries and other agencies on matters referred to it and falling within the purview of the institute.

(ادارے کو پیش کیے جانے اور اس کے دائرے میں آنے والے امور پر اسلامی نظریاتی کونسل، وزارتوں اور دیگر ایجنسیوں کو معلومات، ہدایات اور مشاورت فراہم کرنا۔)

(4) To advise and assist the Shariah Faculty of Quaid-i-Azam University, Islamabad, in the planning and formulation of the curriculum of that Faculty and also to provide on request the services of the institute's scholars and academic staff for part-time teaching and instruction at the Quaid-i-Azam University.

(قائد اعظم یونی ورسٹی اسلام آباد کی شریعہ فیکلٹی کو اس کے نصاب کی تشکیل و منصوبہ بندی میں ہدایات دینا اور معاونت کرنا نیز اس کی طرف سے مطالبے کی صورت میں ادارے کے اہل علم کو اضافی وقت کی تدریس کی سہولت مہیا کرنا۔)

(5) To advise and assist in the revision and coordination of the syllabi and curricula of the "Deeni Madaris" and those of other educational Institutions in order to achieve greater harmony and complementarily between the courses of instruction so as to provide a proper grounding in Islamic teachings and in the best elements of contemporary knowledge and education.

(دینی مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں کے نصاب پر نظر ثانی اور تشکیل کے لیے ہدایات و معاونت فراہم کرنا تاکہ ان نصابات میں مطابقت کا حصول ممکن ہو۔ اس سے اسلامی تعلیمات اور جدید علم اور تعلیم کی صحیح اساس مہیا ہو سکے گی۔)

(6) To assist in providing facilities for basic training to and suitable instruction material for the Imams and Khatibs of Mosques and the teachers of Islamiat in different educational institutions.

(مساجد کے ائمہ اور خطیب حضرات اور مختلف تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے اساتذہ کی بنیادی تربیت اور رہ نمائی کے لیے سہولیات فراہم کرنے میں معاونت کرنا۔)

(7) To cooperate with national and international agencies in all such activities as lead to the attainment of the above objectives.

(مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے بروے کار لائی جانے والی سرگرمیوں کے لیے ملکی اور بین الاقوامی ایجنسیوں کے ساتھ تعاون کرنا۔)

(8) To publish and disseminate the results of research undertaken or sponsored by the Institute and its scholars as well as to promote the publication of significant research efforts undertaken by other institutions and individuals for propagation of the basic values and teachings of Islam and the dynamic elements of the Muslim cultural heritage.

(ادارے اور اس کے اسکالروں کی ذاتی یا ان کے تعاون سے حاصل شدہ تحقیق کی نشر و اشاعت کرنا نیز دیگر اداروں اور نمایاں شخصیات کی تحقیقی کاوشوں کو شائع کرنا تا کہ اسلام کی بنیادی اقدار و تعلیمات اور مسلم ثقافتی ورثے کے حرکی عناصر کی اشاعت ہو سکے۔)

(9) Subject to the availability of staff and other resources the Institute may, in addition to the above functions, promote and coordinate research and studies into contemporary and classical writings of Muslim scholars and thinkers and the contributions made by them to different fields of human knowledge like medicine, astronomy, chemistry, mathematics, philosophy, culture and civilization.

(مذکورہ بالا امور کے ساتھ ساتھ، افراد کار اور دیگر وسائل کی دست یابی کی صورت میں، ادارہ مسلمان علما و مفکرین کی ان معاصر اور کلاسیکی تحریروں اور تحقیقات کی نشر و اشاعت کرے گا جو انھوں نے علم انسانی کے مختلف میدانوں میں سر انجام دیں، جیسے طب، علم نجوم، کیمیا، ریاضی، فلسفہ، ثقافت اور تہذیب۔)

۱۹۷۹ء کے ادارے کے مقاصد مولانا کوثر نیازی کے افکار اور اس وقت کی حکومتی ترجیحات کا عکاس ہیں۔ ان مقاصد کے ذریعے نہ صرف ادارے کے تحقیقی اہداف کی وضاحت کر دی گئی بلکہ ان شعبہ جات کی بھی نشان دہی کر دی گئی جن پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے تا کہ معاشرے کی تشکیل جدید میں ادارہ اپنا حصہ ڈال سکے۔ ان مقاصد میں ادارے کے دوسرے ریاستی اور تعلیمی اداروں جیسے اسلامی نظریاتی کونسل، مختلف وفاقی وزارتیں اور قائداعظم یونی ورسٹی کی شریعہ فیکلٹی سے تعلق کی بھی وضاحت کر دی گئی۔ ان مقاصد کی خاص بات دینی مدارس کے لیے نصاب سازی میں ادارے کے کردار کی نشان دہی تھی تا کہ دینی تعلیم اور عصری تعلیم میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔ ان مقاصد میں مساجد کے ائمہ کی تربیت اور ان کے لیے مناسب دینی ادب کی تیاری بھی ادارے کی ذمہ داری قرار پائی۔ ادارے کو قومی اور بین الاقوامی تنظیموں سے تعاون کرنے اور ادارے میں ہونے والی تحقیق کو وسیع پیمانے پر شائع کرنے کی ترجیحات کی نشان دہی بھی ان مقاصد میں شامل تھی۔ یہ مقاصد واضح طور پر ادارے کے

تحقیقی، دعوتی، تدریسی اور فکری کردار کی وضاحت کرتے ہیں اور ادارے کو اپنے سرگرمیوں کے لیے واضح لائحہ عمل دیتے ہیں۔ اس حکم نامے کے مطابق ادارے کو وزارت مذہبی و اقلیتی امور سے منسلک ایک خود مختار ادارے کی حیثیت دی گئی۔[۵۳]

۳۔ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۵ء کی رو سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مقاصد

اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد ۱۹۸۰ء میں قائم ہوئی اور ۱۹۸۵ء میں اس یونی ورسٹی کو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد قرار دے دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں جب اسلامی یونی ورسٹی کا آرڈیننس جاری ہوا تو اس میں ادارے کے مقاصد وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ تاہم اس یونی ورسٹی کی بنیاد ادارہ تحقیقات اسلامی سے ہی پڑی اور ابتدائی ادوار میں ادارے کے اساتذہ نے ہی یونی ورسٹی میں تدریسی فرائض سر انجام دیے۔ اس اہمیت کے پیش نظر International Islamic University, Ordinance 1985 No. XXX, کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کی بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی میں تشکیل نو کی گئی۔ اس ضمن میں The First Statutes کے The Schedule Annex I میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی تشکیل نو، اس کے مقاصد و دائرۂ کار نیز ادارے کی کونسل، اس کے ڈائریکٹر جنرل کے اختیارات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس ضمن میں Annex I کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔

1. Establishment of the Institute- The Islamic Research Institute, hereafter in this Annex referred to as Institute, established under Notification No. F.15-1059-E.IV, dated the 10th March, 1960, and referred to in section 43 of the Islamic University Ordinance, 1980 (LIII of 1980), shall be reconstituted in the manner described in these Statues.

(نوٹیفیکیشن F.۱۵-۱۰۵۹-E.I/v، بتاریخ ۱۰/مارچ ۱۹۶۰ء کے مطابق ادارے کا قیام، بحوالہ آرڈی نینس اسلامی یونی ورسٹی، سیکشن ۴۳، ۱۹۸۰ء(۱۹۸۰،LIII)۔ اس دستور کی رو سے اس ادارے کی تشکیل نو ہو گی۔

53– Ministry of Religious Affairs and Minorities Affairs, Notification No. S.R.O 746 (1) 119 dated 22-08-1979.

اس آرڈیننس میں ادارے کے حسب ذیل مقاصد بیان کیے گئے ہیں:

i. Act as the research arm of the University;
(یونی ورسٹی کے تحقیقی شعبے کی حیثیت سے کام۔)

ii. Develop and disseminate methodology for research in various fields of Islamic Learning;
(اسلامی تحقیق کے مختلف شعبوں میں مناہج تحقیق کو پروان چڑھانا۔)

iii. To interpret the teachings of Islam in such a way as to bring out its dynamic character in the context of the intellectual and scientific progress of the modern world;
(جدید دنیا کے فکری اور سائنسی، ارتقا کے سیاق میں اسلام کی تعلیمات کی اس طور پر تشریح کرنا کہ ان کا حرکی پہلو اجاگر ہو سکے۔)

iv. Identity and study of contemporary problems of the world of Islam;
(مسلم دنیا کے معاصر مسائل کی شناخت اور مطالعہ۔)

v. Contribute to the revival of Islamic heritage;
(اسلامی تراث کی تجدید کے لیے کام کرنا۔)

vi. Publish monographs, research reports, research journals and such other research material as may be considered necessary for the promotion of knowledge of Islam;
(دینی علم کی اشاعت کے لیے کتابچوں، تحقیقی رپورٹوں، تحقیقی مجلات اور اس طرح کے دیگر مواد کی اشاعت کرنا جو وہ اسلامی علم کی ترویج کے لیے ضروری خیال کیے جاتے ہوں۔)

vii. Appoint study groups for identifying issues facing the Muslim society;
(مسلم سماج کو درپیش مسائل کے مطالعے کے لیے مطالعاتی گروپ تشکیل دینا۔)

viii. Serve as a clearing house of knowledge on various aspects of Islam;
(اسلام کے مختلف پہلوؤں پر ایک علمی مرکزی حیثیت سے کام کرنا۔)

ix. Organise seminars, conferences, symposia and workshops to promote harmonious understanding amongst various schools of thought in Muslim societies;

(مسلم معاشروں میں موجود مکاتبِ فکر کے درمیان ہم آہنگی پر مبنی فکر کی ترویج کے لیے سیمی ناروں، کانفرسوں، سمپوزیم اور ورکشاپوں کا انعقاد۔)

x. Perform such other functions as may be necessary for realisation of its objectives.

(ان مقاصد کے حصول کے لیے دیگر مختلف اقدامات۔)

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کا قیام ادارہ تحقیقات اسلامی کی ہی توسیع تھی اسی لیے یونی ورسٹی کے وژن میں کہا گیا:

> To provide every opportunity for an all round and harmonious development of individuals and society and reconstruction of human thought in all its forms on the foundations of Islam in order to encourage and promote education, training the research in Islamic learning, social, natural, applied and communication sciences and other branches of learning to ensure the Muslim Ummah's ideological, moral, intellectual, social, economic and technological development in accordance with the values, ideals, principles and norms of Islam.[54]
>
> (افراد اور سماج کی ترقی کے لیے ہمہ گیر اور ہم آہنگ مواقع فراہم کرنا اور اسلامی اساسیات پر فکر انسانی کی تشکیل نو کرنا تاکہ مختلف شعبوں میں تعلیم و تحقیق کو پروان چڑھایا جائے جس کا مقصد یہ ہو کہ اسلام کے اصولوں اور اقدار کے مطابق امت مسلمہ کی ہمہ پہلو ترقی بروے کار لائی جاسکے۔)

اس وژن میں ادارے کے ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۹ء والے اہداف کا حاصل یعنی پاکستانی معاشرے کی تشکیل جدید شامل ہے مزید یہ کہ یونی ورسٹی کے ایکشن پلان میں بھی ایسے بہت سارے اقدامات تجویز کیے گئے ہیں جو کہ ادارے کے پہلے سے طے شدہ اہداف میں شامل ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں ادارے کے اہداف میں تحقیقی منصوبہ بندی، معاصر مسائل کی نشان دہی اور حل اور ادارے کے اشاعتی منصوبوں کی نشان دہی کی گئی۔ مزید یہ کہ ادارے کی جانب سے منعقد کی جانے والی علمی مجالس جیسے کانفرنسز، سیمی نار، لیکچرز وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲۰۰۰ء میں جب ادارے سے متعلق Statutes پر نظر ثانی کی گئی تو ان میں بھی تقریباً ۱۹۸۵ء والے اہداف کو ہی شامل رکھا گیا۔ صرف پہلے مقصد میں Prescribed by Academic Council کا اضافہ کیا گیا جب کہ باقی مقاصد کو

54– International Islamic University Ordinance No.XXX of 1985.

جوں کا توں رکھا گیا۔ اب ادارے کے یہی مقاصد ہیں ان کو حاصل کرنے کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اپنے مختلف تحقیقی، تدریسی، تربیتی اور توسیعی پروگراموں پر عمل کر رہا ہے۔

د-ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا انتظامی ڈھانچہ

جس طرح مختلف حکومتی ترجیحات کی بنا پر ادارے کے مقاصد تبدیل ہوتے رہے اسی طرح ادارے کے انتظامی ڈھانچہ میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۳ء تک ادارے کے سربراہ کو جو کہ ۲۱ / یا ۲۲ / گریڈ کے افسر تھے، ڈائریکٹر کہا جاتا تھا جب کہ ۱۹۸۳ء سے یہ عہدہ ڈائریکٹر جنرل ہو گیا۔ ۱۹۶۰ء میں جب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے باقاعدہ قیام کا حکم نامہ جاری کیا گیا تو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے امور کو چلانے کے لیے بورڈ آف گورنرز، ادارے کے ڈائریکٹر، ادارے کی مختلف کمیٹیوں اور بورڈ آف گورنرز کے اختیارات کا ذکر بھی اس حکم نامے میں موجود تھا۔[۵۵]

۱۹۶۰ء کے حکم نامے کی رو سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائریکٹر کی تقرری ادارے کے سرپرست اعلیٰ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرف سے کی جاتی تھی۔[۵۶] ۱۹۶۵ء میں ادارے کی تشکیل نو کی گئی۔ اس کے ساتھ منسلک دوسرے شعبہ جات تو وہی رکھے گئے لیکن اس کے بورڈ آف گورنرز میں تبدیلی کر دی گئی اس حکم نامے میں ادارے کے مقاصد کا ذکر نہیں کیا گیا تاہم ادارے کے Functions کو مؤثر انداز میں ضرور بیان کر دیا گیا۔[۵۷]

اس حکم نامے کی رو سے ادارے کے ڈائریکٹر کی پوزیشن تو برقرار رکھی گئی اور قرار دیا گیا کہ اس کا تقرر صدر پاکستان اپنی طے کردہ شرائط کے مطابق کریں گے لیکن اس کے ساتھ سیکرٹری کے نئے عہدے کا اضافہ بھی کر دیا گیا۔ ادارے کے سیکرٹری کا تقرر بورڈ آف گورنرز کی طرف سے تجویز کیا گیا اور اسے ادارے کے ڈائریکٹر کی زیر نگرانی ادارے کے انتظامی اور مالی امور سر انجام دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔[۵۸] اسی حکم نامے کی رو سے ادارے کو وزارت قانون اور پارلیمانی امور کے ماتحت کر دیا گیا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۸ء تک کا عرصہ کافی مشکل تھا۔ اس دوران ایک تو ادارے کی انتظامی وزارتیں تبدیل ہوتی رہیں اور دوسرا ادارے کی خود مختار

55– Notification No.F.15.1059-E.IV, Government of Pakistan. Ministry of Education, dated 10-03-1960.

56– Notification No.F.15.1050 7-E.IV, dated 10-03-1960.

57– Notification No. F. 24(23)/65-A 1965, Ministry of Law and Parliamentary Affairs (Law Division), dated 20-07-1965.

58– Ibid.

حیثیت میں بھی تبدیلی ہوتی رہی۔ ۱۹۷۸ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی خود مختار حیثیت ختم کر دی گئی تاہم ۱۹۷۹ء میں یہ حیثیت بحال ہو گئی۔

۱۹۷۹ء میں ادارے کی تیسری تشکیل ہوئی۔ یہ تشکیل ۱۹۷۳ء کے دستور پاکستان کے تقاضوں کے مطابق کی گئی تھی۔ ۱۹۷۹ء کے حکم نامے کی رو سے ادارے کو وزارت مذہبی اور اقلیتی امور سے منسلک کر دیا گیا۔ ۱۹۷۹ء کے اس حکم نامے کی رو سے ادارے کے مالی امور کی طرف بھی توجہ کی گئی اور ان جگہوں کی بھی نشان دہی کر دی گئی جہاں سے ادارہ مالی معاونت لے سکتا ہے۔(۵۹)

۱۹۸۰ء میں اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد میں قائم ہوئی تو اس یونی ورسٹی کے قیام کے آرڈیننس کے ذریعے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو اس یونی ورسٹی کا حصہ بنا دیا گیا اور اس کا نام Institute of Islamic Studies & Research کر دیا گیا اور اس کو یونی ورسٹی کے دوسرے کلیات اور شعبہ جات کی طرح درجہ دے دیا گیا۔ اس آرڈیننس کی رو سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی خود مختار حیثیت ختم ہو گئی اس کے بورڈ آف گورنرز کی جگہ بورڈ آف سٹڈیز قائم کیا گیا اور بورڈ آف گورنر کے اختیارات یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز، سینڈیکیٹ اور وائس چانسلر کو منتقل ہو گئے۔ یونی ورسٹی کے ساتھ منسلک ہونے کے بعد ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کی تقرری کا اختیار بھی صدر پاکستان کی بجائے یونی ورسٹی کے بورڈ کو مل گیا جو کہ وائس چانسلر کی سفارش پر اس کی تقرری کر سکتا تھا۔(۶۰)

۱۹۸۵ء میں اسلامی یونی ورسٹی کی جگہ International Islamic University ایک آرڈیننس کے ذریعے قائم کر دی گئی اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو اس یونی ورسٹی کا نہ صرف Constituent Unit بنا دیا گیا بلکہ اس یونی ورسٹی کے اندر اس کی خود مختار حیثیت کو بھی تسلیم کر لیا گیا۔(۶۱) اس آرڈیننس کے Annex-I میں Islamic Research Institute کے متعلق قواعد و ضوابط شامل کیے گئے۔ اس Annex-I کی دفعہ ۲ کی رو سے ادارے کے مقاصد نئے سرے سے ترتیب دیئے گئے جب کہ دفعہ ۳ میں ادارے کی فیصلہ ساز کونسل کی تشکیل

59– Ibid.

60– Ordinance No. LIII of 1980, dated: 26th November 1980 notified vide Notification No. F.17(1)/80-pub of Government of Pakistan, Ministry of Law and Parliamentary Affairs (Law Division).

61– Ordinance No. xxx of 1985, Notified vide No. 17(1)/85-p, dated 31st March 1985 by the Ministry of Justice and Parliamentary Affairs (Justice Division), Government of Pakistan as approved by the President Islamic Republic of Pakistan on 8th March, 1985.

کی گئی۔ ان Statutes کی رو سے ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کے اختیار کی بھی وضاحت کی گئی۔ انھی قواعد و ضوابط میں ادارے کے فنڈز کے انتظامات اور ادارے کی سالانہ رپورٹس وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔(۶۲)

۲۰۰۰ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلق Statutes میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز نے تبدیلی کی جس میں ادارے کے اہداف میں معمولی تبدیلیاں کی گئیں جب کہ ادارے کی کونسل کا سربراہ یونی ورسٹی کے صدر کو بربنائے عہدہ مقرر کر دیا گیا۔(۶۳)

۲۰۱۷ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قواعد و ضوابط اور بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے آرڈیننس کی متعلقہ دفعات کا ایک مجموعہ Compendium of Islamic Research Institute Rules and Regulations 2017 کے نام سے مدون کیا گیا ہے۔ قواعد و ضوابط کے اس مجموعہ میں پہلے سے موجودہ قواعد و ضوابط کے علاوہ مقالات کی اشاعت، کتب کی طباعت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری اور پرنٹنگ پریس کے متعلق بعض نئے قواعد بھی شامل کیے گئے۔(۶۴)

ا- ادارہ تحقیقات اسلامی کی مختلف قانونی باڈیز (Statutory Bodies)

I- بورڈ آف گورنرز

۱۹۸۰ء تک ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی سب سے مقتدر باڈی ادارے کا بورڈ آف گورنرز تھا۔ ادارے کے تمام اہم انتظامی اور تحقیقی فیصلے بورڈ آف گورنرز کے اختیارات میں شامل تھے۔ ادارے کے میزانیہ اور اس کے قواعد و ضوابط کی تیاری بھی بورڈ آف گورنرز کے ذمے ہی تھی۔ ادارے کے ملازمین کی تقرری، ان کی تحقیقی اور انتظامی ذمہ داریوں کا تعین اور ان کی تنخواہ اور مراعات کے اہم فیصلے بھی بورڈ میں ہی کیے جاتے تھے۔ ادارے کے تحقیقی منصوبوں کی منظوری بھی بورڈ آف گورنرز ہی کرتا رہا۔ ادارے کی مطبوعات کی اشاعت کے اہم فیصلے بھی بورڈ میں ہی کیے جاتے تھے۔(۶۵) ۱۹۶۰ء میں بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین وفاقی وزیر تعلیم قرار دیے گئے جب کہ اس کے درج ذیل ۹/ ممبران تجویز کیے گئے:

62– Ordinance No. xxx of 1985, the schedule of the first statutes Annexure-I.

63– IIUI statutes 1987 as amended upto April 14, 2000, chapter II, 13-17.

۶۴– ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قواعد و ضوابط کی منظوری ادارے کی کونسل نے اپنے گیارھویں اجلاس منعقدہ اکتوبر ۲۰۱۷ء میں دی تھی۔

65– See: Notification No. F.15-1059-E-IV, dated: 10-03-1960, part 10; Notification No. F.24(23) 65-A, dated: 20-07-1965, Part 6, Notification No. S.R.O. 746 (1)119, dated 22-08-1979, Part 5.

۱۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا ڈائریکٹر

۲۔ اسلامک اکیڈمی، ڈھاکہ کا ایک نمائندہ

۳۔ ادارہ ثقافت اسلامی، لاہور کا ایک نمائندہ

۴۔۵۔ پاکستانی یونی ورسٹیوں کے ۲/ وائس چانسلرز

۶۔۹۔ اور چار دوسرے ممبرز

اس بورڈ آف گورنرز کی تقرری صدرِ پاکستان کی طرف سے کی جاتی تھی جو کہ ادارے کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے۔ اس بورڈ کے Ex-officio ممبران کے علاوہ باقی ممبران کی تقرری کی مدت ۳ سال تک تھی۔[۶۶]

۱۱/ مارچ ۱۹۶۰ء کو نوٹیفکیشن نمبر F-15-1/59-E IV جاری کیا گیا۔ اس اعلامیہ کے ذریعے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو ادارے کا پہلا باضابطہ ڈائریکٹر بنا دیا گیا اور اس کے پہلے بورڈ آف گورنر کے درج ذیل ارکان کا تقرر کیا گیا:

۱۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی

۲۔ جسٹس محمود الرحمٰن، جج مغربی پاکستان ہائی کورٹ، ڈھاکہ، نمائندہ اسلامی اکیڈمی، ڈھاکہ

۳۔ جناب جسٹس ایس۔ اے رحمٰن، جج سپریم کورٹ آف پاکستان، لاہور، نمائندہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر، لاہور

۴۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، وائس چانسلر سندھ یونی ورسٹی، حیدر آباد، پاکستانی یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلر میں سے ایک وائس چانسلر

۵۔ ڈاکٹر محمد احمد، وائس چانسلر، راجشاہی یونی ورسٹی

۶۔ جناب ممتاز حسن، ڈپٹی چیئرمین، پلاننگ کمیشن، کراچی

۷۔ ڈاکٹر معظم حسین، ممبر فیڈرل پبلک سروس کمیشن، کراچی

۸۔ مولانا احتشام الحق تھانوی

۹۔ جناب ایس ایم شریف، سیکرٹری وفاقی وزارت تعلیم و سائنسی تحقیق[۶۷]

66– Notification No. F.15-1059-E-IV, dated 30-03-1960, Part 5-8.

67– No. F. 15-1/59-EIV, Dated 11-03-1960.

۱۹۶۵ء میں بورڈ آف گورنرز کی نئے سرے سے تشکیل ہوئی۔ ۱۹۶۰ء والے حکم نامے کے برخلاف ۱۹۶۵ء میں تجویز کردہ بورڈ کے چیئرمین وفاقی وزیر مذہبی امور قرار دیے گئے جب کہ اس کے ممبران حسب ذیل تجویز کیے گئے:

۱۔ سیکرٹری وزارت مذہبی امور

۲۔ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

۳۔۴۔ ملحق اداروں کے دو نمائندے

۵۔۹۔ جب کہ اس کے علاوہ ۵/ دوسرے ممبرز تھے

اس حکم نامے کی رو سے صدر پاکستان کی طرف سے بورڈ کی تشکیل کی جاتی تھی اور بورڈ کے Ex-officio ممبران کے علاوہ دوسرے ممبران کی تقرری مرکزی حکومت کو حاصل تھا۔ بورڈ کے چیئرمین کو بورڈ کے اجلاس نہ ہونے کی صورت میں بورڈ کی طرف سے فیصلے کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔[۶۸]

۱۹۷۹ء میں ایک مرتبہ پھر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے بورڈ کی تشکیل جدید ہوئی۔ اس بورڈ کی تقرری کا اختیار صدر پاکستان کو حاصل تھا جب کہ اس کے چیئرمین وفاقی وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور تھے۔ اس کے باقی ممبران حسب ذیل تجویز کیے گئے:

۱۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

۲۔ سیکرٹری وزارت مذہبی و اقلیتی امور، حکومت پاکستان

۳۔ سیکرٹری لاء ڈویژن

۴۔ سیکرٹری وزارت تعلیم

۵۔ وزارت خزانہ کا ایک نمائندہ جو ایڈیشنل سیکرٹری سے کم عہدے کا نہ ہو۔

۶۔ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

۷۔ وائس چانسلر، قائداعظم یونی ورسٹی

۸۔۹۔ پاکستانی یونی ورسٹیوں کے دو وائس چانسلرز

۱۰۔۱۵۔ چھ دوسرے ممبرز جو کہ ممتاز اسکالرز ہوں اور وفاقی دارالحکومت اور صوبوں کی نمائندگی کرتے ہوں۔

68– Notification No. 24 (23)/65-A, dated 20-07-1965, Part 5,6,7.

بورڈ کے ممبران کی مدت تین سال تجویز کی گئی اور اس بورڈ کو بھی ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۵ء کے بورڈ کی طرح ادارے کے متعلق اہم فیصلے کرنے کا اختیار حاصل تھا۔(۶۹) ۱۹۸۰ء میں جب اسلامی یونی ورسٹی قائم ہوئی اور ادارے کو اس کا حصہ بنایا گیا تو ادارے کا بورڈ آف گورنرز ختم کر دیا گیا۔

II-کوارڈنیشن / ایگزیکٹو کمیٹی

۱۹۶۰ء میں ادارے کے عمومی امور کو چلانے کے لیے کوارڈنیشن کمیٹی تجویز کی گئی۔ اس کمیٹی کے سربراہ ڈائریکٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی تھے اور اس کے ۱۴ر ممبران تھے۔ اس کمیٹی میں ادارے سے ملحق اداروں اور بورڈ آف گورنرز کے نمائندے شامل تھے۔ دوسری یونی ورسٹیوں کے درمیان رابطے قائم کرنا اور تحقیقی منصوبے تشکیل دینا اس کمیٹی کی ذمہ داری تھی۔(۷۰) ۱۹۶۵ء کے حکم نامے میں اس کمیٹی کی دوبارہ تشکیل ہوئی تو اس کے سربراہ ڈائریکٹر کی بجائے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور قرار دیئے گئے اور اس کے ممبران کی تعداد ۸ مقرر کی گئی۔(۷۱) ۱۹۷۹ء میں کوارڈنیشن کمیٹی کا نام تبدیل کر کے ایگزیکٹو کمیٹی کر دیا گیا اور اس کے ممبران کی تعداد ۴ تک محدود کر دی گئی۔ اس کمیٹی کے سربراہ ادارے کے ڈائریکٹر اور اس کے سیکرٹری ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے سیکرٹری قرار دیے گئے۔ اس کمیٹی کے ذمے بورڈ آف گورنرز کی طرف سے تجویز کردہ فرائض کی سرانجام دہی تھی۔(۷۲) ادارہ تحقیقاتِ اسلامی جب یونی ورسٹی کا حصہ بنا تو یہ کمیٹی ختم ہو گئی۔

III-کونسل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

۱۹۸۰ء میں اسلامی یونی ورسٹی کے حکم نامے میں ادارے کی فیصلہ ساز باڈی کی حیثیت سے بورڈ آف اسٹڈیز تجویز کیا گیا۔ ۱۹۸۵ء میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے آرڈیننس میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی منفرد حیثیت کو بحال کرتے ہوئے اس کی اعلیٰ ترین باڈی اس کی کونسل قرار دے دی گئی۔ اس کونسل کے چیئرمین کی تقرری کا اختیار یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کو دیا گیا جب کہ اس کے درج ذیل ممبران تجویز کیے گئے:

۱- چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل

۲- چیئرمین، یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن یا اس کا نامزد کردہ کمیٹی کا کوئی دوسرا ممبر

69– Notification No. S.R.O 746 (I) 119, dated 22-08-1979, Part 4,5,6.

70– Notification No. 15-1059-E.III, dated 10-03-1960, Part 7.

71– Notification No. F.24(23)/26-A, dated 20-07-1965, Part 12,13.

72– Notification No. S.R.O. 746 (I) 119, dated 22-08-1979, Part 7-4.

۳۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے ایک جج صاحب جن کی نامزدگی وفاقی شرعی عدالت کے جج کی طرف سے ہو

۴۔ سیکرٹری وفاقی وزارت مذہبی و اقلیتی امور

۵۔ یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کا ایک نمائندہ

۶۔ یونی ورسٹی کے بورڈ آف ڈائریکٹر کا ایک نمائندہ

۷۔۸۔ یونی ورسٹی کے ریکٹر کی طرف سے نامزد کردہ دو ممتاز ماہرین

۹۔ یونی ورسٹی کے نائب صدر

۱۰۔ اور ادارے کے ڈائریکٹر جنرل

Ex-officio ممبرز کے علاوہ کونسل کے باقی ممبران کی تقرری کی مدت ۲/ سال طے کی گئی اور قرار دیا گیا کہ ان کی تقرری دوبارہ بھی کی جاسکتی ہے جب کہ ادارے کے ایک آفیسر کو اس کونسل کا سیکرٹری بنانے کا اختیار ڈائریکٹر جنرل کو دے دیا گیا تھا۔ ادارہ کی کونسل کے ذمے ادارے کے انتظامی اور مالیاتی امور اور ادارے کی پراپرٹی کی دیکھ بھال تھی۔ مزید بر آں ادارے کے میزانیہ اور قواعد وضوابط کی منظوری کا اختیار، ادارے کے مختلف شعبہ جات کی تشکیل اور ان کی ذمہ داریوں کا تعین، ادارے کی مختلف کمیٹیوں کا تقرر، ادارے کے تحقیقاتی اور اشاعتی منصوبوں کی منظوری اور ادارے میں ملازمین کی تقرری اور ان کی مراعات کی منظوری جیسے جملہ امور کونسل کی ذمے داریوں میں شامل تھے۔ (۷۳)

۲۰۰۰ء میں یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کونسل کی Composition میں تبدیلی کر دی اور اس ضمن میں نئے Statutes بنائے گئے جن کی رو سے ادارے کی درج ذیل کونسل قائم کی گئی۔

۱۔ صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کو بر بنائے عہدہ کونسل کا چیئر مین قرار دیا گیا

۲۔ کونسل کے نائب چیئر مین (جو کہ بورڈ آف گورنرز صدر جامعہ کے مشورے سے مقرر کرے گا)

۳۔ یونی ورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کا ایک نمائندہ

73– Oridnance No. xxx of 1985, dated 31-03-1985, The Schedule of the First Statutes, Annexure-I, Part 3,4,5.

۴- یونی ورسٹی کے بورڈ آف گورنرز کا ایک نمائندہ

۵- یونی ورسٹی سے باہر کے ایک ممتاز اسکالرز

۶- صدر جامعہ کی طرف سے نامزد کردہ ایک نائب صدر

۷- تین ممتاز شخصیات جو کہ ماہرین اور ججز میں سے ہوں اور ان کی تقرری بورڈ آف گورنرز کی طرف سے ہوگی

۱۰- ادارے کے ڈائریکٹر جنرل

اس نئی تشکیل کردہ کونسل کے Ex-officio ممبرز کے علاوہ باقی ممبران کی تعیناتی کی مدت دو سال ہے جب کہ کونسل کے چیئرمین / صدر جامعہ کی طرف سے ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کی سفارش پر ایک اسکالر کی بہ طور سیکرٹری کونسل تقرری کی جاتی ہے۔ ۲۰۰۰ء کے ترمیم شدہ Statutes کے مطابق ادارے کی پالیسیوں، پروگراموں کی منظوری اس کونسل کے ذمے ہے نیز ادارے کے تربیتی، تحقیقی اور ترقیاتی منصوبوں کی تیاری بھی کونسل کے اختیارات میں شامل ہے۔ سالانہ میزانیہ کی تجاویز کی منظوری بھی کونسل کے اختیارات میں شامل ہے۔ کونسل ایسی ایڈوائزری کمیٹیاں بھی قائم کر سکتی ہے جن کی ادارے کے فرائض اور خدمات کی سرانجام دہی کے لیے ضرورت ہو۔[۷۴]

IV-ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی متفرق کمیٹیاں

ادارہ تحقیقات اسلامی کے بورڈ آف گورنرز، کونسل اور ڈائریکٹر جنرل کو ادارے کے مختلف فرائض کی سرانجام دہی کے لیے مختلف کمیٹیاں قائم کرنے کا اختیار حاصل رہا۔ اسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ادارے میں مختلف ادوار میں کئی کمیٹیاں بنتی رہیں۔ ۲۰۱۷ء میں مدوّن کردہ قواعد وضوابط کے مطابق ادارے کی درج ذیل اہم کمیٹیاں ہیں:

۱- آئی آر آئی ریسرچ اور ٹریننگ ایڈوائزری کمیٹی

۲- آئی آر آئی پبلی کیشنز کمیٹی

۳- آئی آر آئی پریس کمیٹی

۴- آئی آر آئی لائبریری کمیٹی

74– IIU Statutes 1987 as amended upto April 14,2000, Chapter-II compendium of Islamic Research Institute Rules and Regulation Chapter-III, 3.4.

نئے مدوّن شدہ قواعد کی رو سے ان کمیٹیوں کی سربراہی ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کے ذمے ہے اور ان کمیٹیوں کی مدت تین سال ہے اور ان کے فرائض واضح طور پر طے شدہ ہیں۔ ان کمیٹیوں کے علاوہ ادارے کے تحقیقی مجلات کے ادارتی اور مشاورتی بورڈ بھی ہیں۔ ان بورڈ کے سربراہ متعلقہ مجلات کے مدیران ہیں جب کہ یہ بورڈز بھی صدر جامعہ کی سرپرستی اور ڈائریکٹر جنرل کی نگرانی میں اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔[۷۵]

۲–ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحقیقی، تدریسی اور انتظامی شعبہ جات

ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام سے پہلے ہی ادارے کی لائبریری نے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ادارے کے قیام کے فوراً بعد ادارے کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اس میں مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے ابتدائی طور پر ادارے میں شعبہ تحقیق، لائبریری، پبلی کیشنز اور انتظامیہ کے شعبہ جات قائم ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں شعبہ پرنٹنگ پریس کا آغاز ہوا، اس دور میں ادارے کے اہداف میں تبدیلیاں ہونے کی وجہ سے اس کے شعبہ جات بھی تبدیل ہوتے رہے کبھی تو ان شعبہ جات کو ادارے کے Wings کا نام دیا جاتا تھا اور کبھی انھیں ادارے کے یونٹ کہا جاتا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں جب ادارہ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کا حصہ بنا تو اس کے درج ذیل Wings تھے۔[۷۶]

۱– ریسرچ ونگ

۲– ترتیب، دعوہ وارشاد ونگ

۳– لائبریری

۴– انتظامیہ

۵– مجلات

۶– پبلی کیشنز

۷– پرنٹنگ پریس اور مائیکرو فلمنگ

ریسرچ کا ونگ درج ذیل یونٹس پر مشتمل تھا:

۱– قانون اور اصول قانون

۲– سوشیالوجی

۳– تاریخ

75– Compendium of IRI Rules and Regulation 2012, Chapter 3.

76. See: Handbook and Master Plan of IRI, 1980, Appendex.

۴- معاشیات اور معاشی تاریخ

۵- سیاسیات

۶- علم التعلیم

۷- سائنس

۸- قرآن اور سنت

۹- فلسفہ، سائیکالوجی

۱۰- ترجمہ

۱۱- مطالعہ پاکستان اور حالات حاضرہ

۱۲- ریفرنس

۱۳- سیرہ

۱۴- دعوت وارشاد

۳/ جنوری ۲۰۰۶ء میں ادارہ کے اسکالرز کے اجلاس میں ادارے کے شعبہ جات کی تشکیل نو کی گئی اور درج ذیل ریسرچ یونٹ تجویز کیے گئے۔(۷۷)

۱- علوم القرآن

۲- علوم الحديث و السنة

۳- السيرة و المغازي

۴- الفقه و القانون

۵- الفكر الإسلامي

۶- التاريخ، الثقافه الإسلامية، الأدب و الفنون

۷- العلوم و الفلسفة

۸- الأمة المسلمة المعاصرة

۹- التصوف

77– No.2(273)/IRI/91/Admin-487, dated 22-03-2006.

۱۰- الفكر التربوي في الإسلام

۱۱- شعبہ تدوین

ان یونٹس میں سب یونٹ فعال نہیں تھے۔ ۲۰۱۶ء میں جو یونٹ فعال تھے وہ حسب ذیل تھے۔[۷۸]

۱- حدیث وسنت

۲- فقہ اور قانون

۳- فکر اسلامی

۴- معاصر امت مسلمہ

۵- مطالعہ قرآن

ان یونٹس کو مزید مؤثر بنانے اور انھیں یونی ورسٹی کے تدریسی شعبوں کے ہم پلہ بنانے کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کونسل نے مدوّن شدہ نئے قواعد وضوابط ۲۰۱۷ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی میں درج ذیل شعبہ جات تجویز کیے:

۱- شعبہ مطالعہ قرآن

۲- شعبہ حدیث وسنت

۳- شعبہ فقہ و قانون

۴- شعبہ فکر اسلامی، تاریخ اور ثقافت

۵- شعبہ معاصر امت مسلمہ

۶- شعبہ تقابلی مطالعہ مذاہب عالم

ان شعبہ جات کے علاوہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں درج ذیل تحقیقی مراکز کی تشکیل بھی تجویز کی گئی:

۱- قومی مرکز برائے مطالعہ سیرت ولائبریری

۲- آئی آر آئی ریسرچ سپورٹ سنٹر

۳- مرکز برائے مطالعہ امن، تشکیل جدید اور ہم آہنگی

۴- مرکز برائے مطالعہ اسلام، حقوق انسان اور جمہوریت

78– F. No.Estab-2(273)/IRI-91-88, dated 21-03-2006.

ان قواعد وضوابط کی رو سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ جات کو یونی ورسٹی کے دوسرے تدریسی شعبہ جات کے ہم پلہ اکیڈمک اور تحقیق کے شعبے قرار دیا گیا۔ ان شعبہ جات کے صدور کی تقرری اور ان شعبہ جات کے فرائض بھی متعین کر دیے گئے۔ یہ فرائض اور ذمہ داریاں ادارہ تحقیقات اسلامی کے اہداف کے عین مطابق ہیں۔[۷۹] ان قواعد وضوابط میں تعلیمی و تحقیقی شعبہ جات کے علاوہ درج ذیل انتظامی Units جو کہ پہلے سے کام کر رہے تھے کو بھی منظم کیا گیا۔

۱۔ ہیومن ریسورس سیکشن ۲۔ جنرل ایڈمنسٹریشن

۳۔ فنانس سیکشن ۴۔ پبلی کیشنز سیکشن

۵۔ پرنٹنگ پریس سیکشن

ان قواعد وضوابط میں نئے شعبہ جات اور انتظامی یونٹس قائم کرنے کا طریقہ کار بھی تجویز کیا گیا۔[۸۰] نیز ادارے میں کام کرنے والے محققین کے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی واضح طور پر تعین کیا گیا۔

ہ۔ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی خدمات اور کارکردگی

۱۔اسلامی علوم وفنون پر تحقیق

۹/اپریل ۱۹۵۲ء میں قانون ساز اسمبلی نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق جو قرارداد منظور کی تھی اس میں واضح طور پر کہا گیا کہ "اس ادارے میں انسانی علوم وفنون کے مختلف میدانوں یعنی سماجی، اقتصادی، تاریخی، ثقافتی، آئینی، قانونی وغیرہ شعبوں میں تحقیقات کی جائیں" ادارے کے قیام سے متعلق دستوری دفعات[۸۱] میں کہا گیا: "صدر ایک تنظیم قائم کرے گا جسے ادارہ تحقیقات وہدایات برائے اعلیٰ تعلیم کہا جائے گا جو مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی خطوط پر تشکیل نو میں مدد کرے گا۔"[۸۲]

دستورِ پاکستان کی دفعات اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مقاصد میں پاکستانی معاشرے کی "تشکیل جدید" کا تصور علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے Reconstruction of Religious thought سے ماخوذ تھا۔

79– Compendium, Chapter No. 2 Article No.

80– Compendium, Chapter No. 2 Article No. 9-11.

۸۱– **مباحث دستور ساز اسمبلی**، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۲۰، ۱۲۹۳۔

۸۲– دستور پاکستان ۱۹۵۶ء، دفعہ ۱۹۷، دستور پاکستان ۱۹۶۲، دفعہ ۲۰۴، عبوری دستور پاکستان ۱۹۷۲ء، دفعہ ۲۵۹۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اسلامی اور یورپی تہذیبوں کا گہرا ادراک تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ یورپ کے Reformation کے تصور کے پیچھے Correction اور Re-Shaping ہے جس کا معنی ہے کہ Reforms کسی Defect کو درست کرنے اور کسی نامناسب کو مناسب بنانے کی ترکیب ہے جب کہ اس کے مقابلے میں Reconstruction کا مفہوم Re-building ہے جس کا مطلب کسی پہلے سے موجود بنیاد پر کوئی ایسی نئی تعمیر ہے جس میں اصل کی روح اور عکس موجود ہو۔ اقبال کی اس فکری منہج کا نقطہ محور یہ تھا کہ اسلامی فکر کوئی منجمد سوچ نہیں ہے نئے حالات اور نئی ضروریات کے مطابق ہمیں اس پر نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔(۸۳)

اقبال یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کا نظریہ حیات(۸۴) Dynamic ہے؛ کیوں کہ یہ کائنات، معاشرے، ثقافت کی تغیر پذیری کو اہمیت دیتا ہے اور دنیا میں تبدیلی کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ ان کے خیال میں تغیر پذیر حال کو ماضی کی روشنی میں مستقبل کے لیے از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ اہم کام تحقیق اور جستجو کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کی تجویز کے ساتھ علوم اسلامیہ پر تحقیق کے لیے مردوں اور خواتین کے لیے تہذیبی اور ثقافتی ادارے قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اقبال کی یہی فکر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کا طاقت ور عامل تھی۔

پاکستانی معاشرے کی تشکیل جدید کے لیے دو بنیادی نکات پر تحقیق ضروری تھی ایک تو پاکستانی معاشرے کے ارتقا، تاریخ اور تشخص کے تجزیاتی مطالعے کی تاکہ نہ صرف پاکستانی معاشرے کے مسائل کا ادراک کیا جائے بلکہ ان مسائل کے اسباب کا پتہ چلا کر ان کا حل بھی تجویز کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ مختلف تاریخی ادوار میں مسلم معاشرے تغیر و تبدیلی کے عمل سے کیسے گزرے اور ہمارے اسلاف نے تغیر پذیری کی وجہ سے ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کیں۔ مزید برآں انھوں نے اخذ و عطا اور تازہ کاری کے لیے قرآن و سنت سے کیسے اصول اخذ کئے اور کن اصولوں کی بنیاد پر رہنما اصول بنائے اور آج ہم اس طرح کے اصول کس طرح بنا سکتے ہیں۔(۸۵) انھی نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے اپنے تحقیقی منصوبے اور تحقیقی ترجیحات متعین کیں۔ جس وقت ادارہ تحقیقاتِ اسلامی قائم ہوا اس وقت جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے قابل فہم

83– Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986), 117.

84– Iqbal, Reconstruction, 7.

۸۵– خالد مسعود، "ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد، مصدرِ سابق، ۹۶۷۔

زبان میں اسلامی ادب کی شدید ضرورت تھی۔ مزید بر آں قیام پاکستان کے موقع پر جدید حالات کے تحت ایک جدید اسلامی ریاست اور معاشرہ میں اسلامی احکام کو بروے کار لانے کے طریقوں پر تفصیلی غور و غوض اور بے لاگ تجزیے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نیز اسلامی معاشرے کا نقشہ کیسا ہو گا۔ نظام زکوۃ کس طرح سب کو سرخروئی فراہم کرے گا، معاشرتی خرابیوں کو کیسے دور کیا جائے گا اور پاکستانی حکومت میں وہ خوبیاں کیسے پیدا ہوں گی جن کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اور اس طرح کے دوسرے کئی ایسے سوالات تھے جن کا جواب تحقیق و تفتیش کے مراحل طے کیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔[۸۶] اسی بنا پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۹۶۵ء میں اپنا پہلا تحقیقی منصوبہ (ماسٹر پلان) بنایا۔ ادارے کے بورڈ آف گورنرز نے اس منصوبے کی ۱۹۶۵ء میں منظوری دی۔

اس پلان کے تحت ادارے کے تحقیقی منصوبہ جات کو انفرادی اور اجتماعی منصوبوں میں تقسیم کیا گیا۔ انفرادی منصوبوں سے مراد وہ تحقیقاتی کام ہیں جو ادارے کے محققین نے اپنی پسند اور ترجیحات کی بنیاد پر اپنے لیے منتخب کیے ہوں جب کہ اجتماعی منصوبوں سے مراد کئی محققین کے مشترکہ منصوبے ہیں۔ اس ماسٹر پلان میں تحقیقات کے لیے متعدد شعبے متعین کیے گئے جس میں تاریخ، فلسفہ، سائنس اور دور جدید کی تحریکات وغیرہ شامل تھے۔ اس ماسٹر پلان میں کہا گیا کہ ان تمام شعبہ جات کے متعلق موضوعات کے تفصیلی خاکے تیار کیے جائیں گے۔ اس ماسٹر پلان پر عمل کے لیے تین تحقیقاتی گروپ بنائے گئے۔ ایک گروپ کے ذمے قبل اسلام کے عربوں کی سماجی، سیاسی اور اقتصادی زندگی پر تحقیق تھی جب کہ دوسرے گروپ کے ذمے اسلام، اصلاحی تحریکیں اور عہدِ جدید کا تحقیقی مطالعہ تھا جب کہ تیسرے تحقیقی گروپ کے ذمے قرآن و سنت کی سماجی اور اقتصادی اصلاحات کا جائزہ لینا مقصود تھا۔[۸۷] ۱۹۸۵ء میں اس ماسٹر پلان پر دوبارہ غور و فکر ہوا اور اس کو از سر نو ترتیب دیا گیا۔

۱۹۷۴ء کے آخر میں وزارت امور دینیہ کا قیام عمل میں آیا اور ادارہ تحقیقات اسلامی جو اب تک کبھی وزارت تعلیم اور کبھی وزارت قانون سے منسلک رہا آخر کار وزارت مذہبی امور سے منسلک ہو گیا۔ ۲۴ جنوری ۱۹۷۵ء کو وفاقی وزیر برائے مذہبی امور جناب کوثر نیازی نے ادارے میں خطاب کے دوران ان خامیوں کی نشان دہی کی جن کی وجہ سے ادارہ صحیح مقام حاصل کرنے میں ناکام تھا۔ ان میں دو بڑی خامیاں تھیں۔ ایک تو یہ تھی کہ

۸۶- محمد مظہر الدین صدیقی، "پاکستان کی نظریاتی اساس اور ادارہ تحقیقات اسلامی"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۵۵- ۹۶۱۔

۸۷- خالد مسعود، مصدرِ سابق، ۸۱؛
Hand Book and Master Plan of Islamic Research Institute, 42.

پاکستان میں اس ادارے کی افادیت کو محسوس ہی نہیں کیا گیااور دوسرا اس کے تحقیق کے اہداف نہیں مقرر کیے گئے۔اس ضمن میں انھوں نے کہا:

اس ادارے کا بنیادی فنکشن (مقصد)، ریسرچ ہے لیکن ریسرچ کے کچھ خاص اہداف متعین ہونے چاہئیں۔ریسرچ ایک وسیع ٹرم ہے اگر اس کے مخصوص اہداف متعین نہ ہوں تو ساری زندگی کھپ جائے گی اور کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوگا۔[۸۸]

انھی آرا کی بنا پر اس وقت کے وفاقی وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور جناب کوثر نیازی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے درج ذیل تحقیقی اہداف مقرر کیے:

اول: وہ مسائل جو آج عالم انسانی کو درپیش ہیں ان کا اسلام کیا حل پیش کرتا ہے۔اس میں تقابلی مطالعہ بھی ہو۔ ان مسائل کو پہلے معین اور شخص کیا جائے اور اس کے بعد ان مسائل پر ہم مختلف زبانوں میں لٹریچر تیار کریں جو بلا امتیاز مذہب ہر پڑھے لکھے انسان کو پیش کرنے کے قابل ہو سکیں۔

دوسرا: وہ مسائل جو خاص طور پر عالم اسلام کو درپیش ہیں اور تہذیب و تمدن کے بطن سے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں ان میں ریسرچ کی جائے۔

تیسرا: ایک شعبہ جس میں ادارے کو کام کرنے کی ضرورت ہے ہر چند کہ اس کا تعلق ریسرچ سے نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مذہب کو غلط تصورات اور اوہام کا اسیر بنا دیا گیا ہے۔بہت سے زوائد بوجھ اس پر لاد دیے گئے ہیں اور نوجوان نسل کو Consolidated (ٹھوس اور مُرتّب) شکل میں اگر یہ بتانا ہو کہ دین کیا ہے تو ایسا لٹریچر موجود نہیں جو اس کے شکوک کا ازالہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے جملہ سوالات کا جواب بھی دے سکے۔ اور اس طرح ہم اسلام کو نوجوان نسل کے لیے قابل قبول بنا کر پیش کر سکیں۔[۸۹]

ادارہ کے اہداف و مقاصد تبدیل ہونے کی وجہ سے تحقیق پر بھی اثرات مرتب ہوتے رہے۔ اگرچہ ادارے میں تحقیقی سرگرمیوں میں یکسانی نہیں رہی لیکن ادارے نے اس بات کو یقینی بنایا کہ جو کچھ بھی ادارے سے شائع ہو وہ معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستانی معاشرے میں متنوع فکر کی نمائندگی کرے۔

۸۸- نفس مصدر۔

۸۹- خالد مسعود، مصدر سابق، ۹۷۵۔

ادارے نے نہ صرف قدیم مصادر اور اسلامی علمی میراث کی اہم کتابوں کو از سرِ نو شائع کیا بلکہ ان میں کئی کتابوں کے تراجم بھی اردو اور انگریزی میں شائع کیے اسی طرح ادارے نے ان موضوعات پر تحقیقی مطبوعات بھی شائع کیں جن پر اسلامی ادب نہ ہونے کے برابر تھا۔ ادارے کے مجلات میں بھی اعلیٰ پائے کی تحقیق شائع ہوئی۔

ادارہ نے اب تک جو کتابیں شائع کیں ہیں ان میں جدید روشن خیال طبقہ کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ قدامت پسندوں کے طرز فکر کی نمائندگی بھی موجود ہے۔[۹۰] ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ہونے والی تحقیق نے جدید خطوط پر علمی موضوعات پر توجہ کی اور بھرپور کوشش کی کہ مغربی تہذیب کے نتیجے میں جدید ذہن میں اسلام کے بارے میں اٹھنے والے سوالات کا عقلی و سائنسی بنیادوں پر جواب دیا جائے اور جدید مسائل کے بارے میں کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا جائے۔[۹۱] ادارے کے تحقیقی کردار کو اعلیٰ سطح پر تسلیم کیا گیا۔ صدر پاکستان جناب فضل الٰہی نے ۹/ مئی ۱۹۷۶ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے یوم تاسیس کے موقع پر ادارے کی تحقیقی کاوشوں پر درج ذیل تبصرہ کیا:

> اپنی زندگی کے سولہ برس کے دوران یہ ادارہ ملک کو وقتاً فوقتاً پیش آنے والے الجھے ہوئے معاشرتی مسائل کو سلجھانے میں حکومت کی مدد کرتا ہے۔ ادارے نے اکثر اوقات اسلامی نظریاتی کونسل کو فقہ اسلامی کے مختلف نازک نکات میں اپنی علمی مہارت سے فائدہ پہنچایا ہے۔ اس کی مطبوعات اور جرائد خصوصاً اسلامک اسٹڈیز کو اعلیٰ سطح کی تحقیقی کاوش اور سلجھے ہوئے انداز کی وجہ سے قدر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ آئندہ سالوں کے دوران معاشرتی اور معاشی میدان میں اس کی سائنسی تحقیقات اور ان کے متعلق ابتدائی اسلامی دور میں پیش کیے گئے حل بارآور ہوں گے اور عوام کو حقائق سے روشناس کرانے میں مدد و معاون ثابت ہوں گے۔[۹۲]

ادارے کی تحقیق کے نتیجے میں جو دینی ادب منظر عام پر آیا اس سے اسلامی ذہن میں تازگی پیدا ہوئی۔ جمود کا خاتمہ ہوا اور دینی تعبیرات کے حوالے سے نئے افکار سامنے آئے۔ نئی فکری راہوں کی نشان دہی ہوئی۔ ادارے کی تحقیق قدیم و جدید علوم کا حسین امتزاج ہے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں قدیم کو نئے رنگ میں پیش کیا گیا جب کہ جدید کا قدیم کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا۔[۹۳]

۹۰- اس اشاعت میں ادارے کی کتابوں اور مجلات پر الگ الگ مضامین اور مقالات شامل ہیں لہٰذا ادارے سے شائع ہونے والی تحقیقی کتابوں کی تفصیلات اس مقالہ میں درج نہیں کی گئیں۔

۹۱- احمد حسن، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی مطبوعات: مقاصد کی روشنی میں ایک جائزہ" **فکر و نظر**، **اسلام آباد**، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۸۷۔

۹۲- صدر پاکستان جناب فضل الٰہی کا ۹/ مئی ۱۹۷۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے یوم تاسیس پر خطاب، افتتاحیہ، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۱۳: ۱۲ (جون ۱۹۷۶ء)، ۷۔

۹۳- احمد حسن، ن۔م، ۸۸۔

۲- قانون سازی میں معاونت

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے قانون سازی میں معاونت کی وقتاً فوقتاً خدمات بھی سرانجام دی ہیں۔ اسی بنا پر ۱۹۶۵ء میں ادارے کو وفاقی وزارت قانون اور پارلیمانی امور کے ماتحت کر دیا گیا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی نے کئی اہم قوانین کے مسودات تیار کروائے۔ ۱۹۶۱ء کے مسلم فیملی لاء کی تیاری میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اسکالر جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے حصہ ڈالا بعد کے ادوار میں یہ سلسلہ بھرپور انداز سے میں جاری رہا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں قوانین کی اسلامی تشکیل و تدوین میں بھی ادارے نے حصہ لیا۔ ادارے کے اسکالرز ان سرکاری کمیٹیوں میں شامل رہے ہیں جنھوں نے قانون سازی میں بھرپور حصہ لیا۔ ادارے کے اسکالرز نے اعلیٰ عدالتوں میں بہ طور جج اور مشیر خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح اعلیٰ عدالتوں کے جج ادارے کے بورڈ آف گورنرز اور کونسل میں شامل رہے ہیں۔ جناب جسٹس افضل چیمہ ادارے کے بورڈ آف گورنرز اور Review کمیٹی کے ممبر رہے ہیں۔ اسی طرح جناب جسٹس محمد تقی عثمانی، جناب جسٹس نسیم حسن شاہ، جناب جسٹس شیخ آفتاب احمد اور جناب جسٹس فدا محمد خان ادارے کی کونسل کے ممبر رہے ہیں۔ جناب جسٹس فدا محمد خان ادارے کی موجودہ کونسل کے نائب چیئرمین ہیں۔ اسی طرح ادارے کے اسکالر مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی فیڈرل شریعت کورٹ کے جج تھے جب کہ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعہ اپیلٹ بنچ کے ممبر تھے۔ ادارے کے دو اسکالر جناب ڈاکٹر خالد مسعود صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد الغزالی اب بھی سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعہ اپیلٹ بینچ کے رکن ہیں۔ حال ہی میں قومی اسمبلی کی تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت کی اسٹینڈنگ کمیٹی کی ہدایات کی روشنی میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے شراب نوشی کے حوالے سے قوانین میں ترمیم کے لیے سفارشات تیار کی ہیں۔[۹۴] ادارہ نے نہ صرف قوانین کی تیاری میں اپنا حصہ ڈالا ہے بلکہ کئی ملکی اور غیر ملکی قوانین کے تراجم بھی کروائے ہیں جن میں سے بعض اہم حسب ذیل ہیں:

۱- مصری آئین کی انگریزی ٹرانسلیشن ادارے نے ۱۹۷۳ء میں کروائی۔

۲- دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کی عربی ٹرانسلیشن ادارے نے ۱۹۷۴ء میں کروائی۔

۳- ادارے نے اسلامی نظریاتی کونسل کی قصاص و دیت کے قوانین کی تیاری میں ۱۹۷۸ء-۱۹۷۹ء میں بھی معاونت کی۔

94- Letter No F.4(1) 2017-con-II/EDU (Vol-III) dated 16-01-2018.

اسی طرح ادارے کے محققین نے ججز اور شریعہ Experts کے لیے تربیتی کورسز کی تیاری میں بھی معاونت کی ہے۔[۹۵] ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے قانون سازی میں زیادہ تر معاونت شعبہ قانون کے ذریعے کی؛ کیوں کہ اس شعبے کو پاکستان کے مجموعہ قوانین کو اسلامی احکام سے ہم آہنگ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی نے اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی مشاورت سے درج قوانین کے حوالے سے تجزیاتی آرا تیار کیں۔

۱۔ مسلم عائلی قوانین کا آرڈیننس	۲۔ بحری کسٹم ایکٹ
۳۔ ٹریژر، ٹرووا ایکٹ ۱۹۷۸ء	۴۔ افیون کا ایکٹ
۵۔ قانون شہادت	۶۔ مغربی پاکستان مسلم شریعت ترمیمی بل ۱۹۶۷ء
۷۔ پاکستانی مجموعہ قوانین ۳	۸۔ قانون ازدواج ۱۹۷۲ء
۹۔ مالیہ کی وصولی ایکٹ ۱۹۹۶ء	۱۰۔ ولی اور زیر ولایت ایکٹ ۱۹۹۰ء
۱۱۔ دفعات عمومی ایکٹ ۱۹۹۷ء	۱۲۔ کوڑھیوں کا ایکٹ ۱۹۹۸ء
۱۳۔ ڈاک خانہ ایکٹ ۱۹۹۸ء	۱۴۔ ضابطہ فوجداری ۱۹۹۸ء

مختلف قوانین کا مطالعہ اور ان پر تحقیق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے Isolation میں نہیں کی بلکہ اس ضمن میں دوسرے ممالک اور تحقیقی تنظیموں سے بھی رابطے رکھے۔ خاص طور پر ایران، عراق، کویت، سعودی عرب، تیونس، سینیگال، انڈونیشیا، ملائیشیا، نائیجریا، برطانیہ اور کینیڈا میں جو افراد اور ادارے فقہ اسلامی کی نشوو ارتقا میں دل چسپی رکھتے تھے ادارے نے اس ضمن میں ان سے رابطہ رکھا تھا۔[۹۶]

۳۔ تعلیمی و تربیتی پروگرام

۱۹۶۲ء کے دستور پاکستان کی تیاری کے لیے قائم کیے گئے دستوری کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اسلامی مواد کے دوسری زبانوں میں ہونے اور اسلامی ماہرین کی کمی کی نشان دہی کی تھی۔ اس بنا پر ادارے نے محققین کی تربیت کے لیے ایک بہت بڑا منصوبہ تیار کیا۔ چناں چہ نہ صرف محققین کو اسلامی زبانوں کے ساتھ ساتھ جدید زبانوں کی تعلیم دی جانا مقصود تھی بلکہ انھیں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آگاہی فراہم کرنا بھی مقصود تھا۔ اس تحقیقی منصوبے میں ۱۹۶۳ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا تعارف ان الفاظ میں کروایا گیا:

۹۵۔ رپورٹ جائزہ کمیٹی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد ۱۹۸۵ء– ۱۹۸۶ء، ۳۶۲– ۳۶۶۔

۹۶۔ محمد میاں صدیقی، ''ادارہ تحقیقاتِ اسلامی: تعارف، اغراض ومقاصد اور دائرہ کار''، مصدرِ سابق، ۱۷۱۔

ادارے کی ذمہ داری علمی بھی ہے اور اخلاقی بھی۔ ادارے کا مقصد اسلام کی ماضی کی روایات کا جامع مطالعہ بھی ہے اور دور جدید کے سیاق سباق میں اس کی تفہیم و تعبیر کی کوشش بھی۔ یہ مطالعہ خالص علمی اور معروضی انداز سے ہونا چاہیے تاہم بے مقصود اور بے لگاؤ قسم کی تحقیق مقصود نہیں بلکہ اس تحقیق و مطالعہ سے اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگی کے لیے سبق حاصل کرنا مقصود ہے۔ سائنسی تفتیش اور دینی عقائد میں تضاد کی تلاش کی بجائے ہم آہنگی مطمح نظر ہونی چاہیے، چناں چہ اس طرح مسلمان کے قدم اس کی ماضی کی سرزمین پر ہیں تو اس کی نظریں مستقبل کی طرف ہیں اور ان کے ہاتھ آج کی زندگی کو کل کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ماضی کی مثالی اقدار کی روشنی میں ڈھالنے میں مصروف ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کے تحقیق و مطالعے کے لیے باقاعدہ تربیت دی جائے تا کہ ایسے عالم تیار ہو سکیں جو تاریخ اسلام کے ان تمام پہلوؤں سے واقف ہوں۔ یہ لوگ پھر علمی مقالوں، رسالوں اور کتابوں کی صورت میں اپنی تحقیقات کے نتائج پیش کریں۔[۹۷]

تعلیم و تربیت کے پروگرام ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے بنیادی فرائض میں شامل تھے۔ ادارے نے اپنا پہلا تربیتی پروگرام ۱۹۶۳ء کو شروع کیا۔ اس پروگرام کے انچارج ڈاکٹر صغیر حسن معصومی تھے جب کہ اس کا افتتاح سینیگال اور نائیجریا کے شیخ الاسلام الحاج ابراہیم بناس نے کیا۔[۹۸]

جب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اپنے تربیتی پروگراموں کا آغاز کیا تو اس وقت علوم اسلامیہ کے ماہرین اور معاصر علوم کے ماہرین میں بڑی خلیج تھی۔ ایک طرف روایتی، دینی مدارس کے فارغ التحصیل تھے جنھیں عربی اور روایتی اسلامی علوم پر تو دسترس تھی لیکن وہ معاصر مباحث اور افکار سے آگاہ نہیں تھے۔ دوسری طرف یونی ورسٹیوں سے فارغ التحصیل تھے جو اگرچہ جدید مباحث سے تو آگاہ تھے لیکن انھیں عربی اور روایتی اسلامی علوم پر کماحقہ مہارت نہیں تھی۔ اس صورت حال میں ان دونوں قسم کے اہل علم کے درمیان ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اپنے تربیتی پروگرام کے ذریعے خلیج پر کرنے کے لیے کوشش کی۔ ادارے کے اس تربیتی پروگرام میں ان طالب علموں کو شامل کیا جاتا تھا جن کی کم از کم تعلیم ایم۔اے ہو ادارے کا پہلا تربیتی پروگرام ۴/ سالہ تھا اور اس کی تکمیل پر شریک تربیت کو پی ایچ ڈی مقالہ لکھنے کے لیے تیار کرنا مقصود تھا۔ اس کورس کا نصاب بہت محنت سے تیار کیا گیا تھا۔ بنیادی اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ اس میں معاصر عربی، فرانسیسی اور جرمن زبان کی تدریس بھی شامل تھی۔ اس تربیتی پروگرام کا مقصد حسب ذیل تھا:

> The aim of this syllabus of course, is to equip the young Muslim scholar of Islam with such a mental and academic

---

۹۷۔ کتابچہ ادارہ تحقیقات اسلامی مجریہ ۱۹۶۳ء بحوالہ خالد مسعود، مصدر سابق، ۹۷۰۔

98– Hand Book and Master Plan of Islamic Research Institute, Islamabad, 78.

discipline as may enable him to understand Islam through its original bases and interpret it efficiently to the modern age. (99)

(اس نصاب کا مقصد نوجوان مسلمان اسکالر کو ایسا ذہن اور علمی نظم فراہم کرنا ہے جو اسے اسلام کو اس کی اصل بنیادوں سے سمجھنے اور جدید دور کے لیے کامیابی کے ساتھ اس کی تشریح کرنے کے قابل بنا دے)

بعد کے ادوار میں بوجوہ یہ پروگرام جاری نہ رہ سکا۔ اگرچہ کم دورانیہ کی کچھ تربیتی ورکشاپس ضرور منعقد ہوتی رہیں لیکن جامع تحقیقی تربیت کا پروگرام جو ادارے کی حرکیات کا مستقل حصہ ہو غیر موجود رہا۔ ۲۰۱۵ء میں اس ضمن میں پائلٹ ٹریننگ پروگرام شروع کیا۔ اس پروگرام میں ۲۵۰ طلبا نے شرکت کی۔ اس پائلٹ پروگرام کی کام یابی کی بنیاد پر ۲۰۱۷ء میں انڈر گریجویٹ پوسٹ گریجویٹ اور پوسٹ ڈاکٹریٹ ٹریننگ کے لیے مستقل تربیتی پروگرام دیے گئے۔ ان پروگرامز کی ادارے کی کونسل نے گیارہویں اجلاس میں منظوری دی۔ ان تربیتی پروگراموں پر اب عمل ہو رہا ہے اور طلبا تحقیقی مہارت میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ان پروگراموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

انڈر گریجویٹ تربیت برائے تکنیکی تحقیق نگاری

اس تربیتی پروگرام کا مقصد انڈر گریجویٹ طلبا و طالبات کو تخلیقی اور تحقیقی تحریریں لکھنے کے لیے تیار کرنا ہے۔ یہ پروگرام ان طلبا کے لیے تیار کیا گیا ہے جن کے پاس تحقیقی اور تخلیقی تحریروں کا تجربہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اس تربیتی پروگرام میں طلبا کو تحریر کے بنیادی اصول سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ تحقیق کے ابتدائی اصول جان سکیں۔

یہ ایک ہفتے کی تربیت کا پروگرام ان طلبا کے لیے ہے جو ۱۲/ سالہ تعلیم کے بعد یونی ورسٹی کے کسی بی ایس پروگرام میں داخلہ لے چکے ہوں اس پروگرام کو Interactive سیشنز میں مکمل کیا جاتا ہے۔ ان پروگرام میں جن نکات پر طلبا کو بنیادی معلومات دی جاتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ طلبہ کی تحقیقی صلاحیتوں کی تعمیر
۲۔ تحقیقی اسلوب اور تعلمی تحریروں کے متعلق آگاہی
۳۔ مضمون نویسی کے متعلق علمی آگاہی
۴۔ تحریروں میں پیرگراف منہج کی تطبیق کی عملی تربیت
۵۔ جمع مواد کے وسائل اور آلات (۱۰۰)

99– opcit. 83.

100– Minutes of the 11th meeting of IRI Council held on October 27, 2017, 255.

تحقیق نگاری کی پوسٹ گریجویٹ تکنیکی تربیت

یہ ایک سالہ تربیتی پروگرام ان طلبا و طالبات کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جو کسی یونی ورسٹی میں ایم ایس / ایم فل یا پی ایچ ڈی کر رہے ہوں۔ یہ پرگرام اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ طلبا اپنے تعلیمی پروگرام کی تکمیل کرتے ہوئے اس کی تحقیق سے متعلقہ امور کی تربیت حاصل کر سکیں۔ اس پروگرام کے درج ذیل تین مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ : Capacity Building اور بنیادی تحقیقی صلاحیتوں سے آگاہی

دوسرا مرحلہ : علمی اور تحقیقی کام کا عملی مظاہرہ

تیسرا مرحلہ : ٹیکینکل ایڈیٹنگ اور معیاری تحقیق کی عملی تطبیق

اس پروگرام میں نظری اور عملی تربیت دونوں چیزیں شامل ہیں۔ یہ کافی معروف تربیتی پروگرام ہے اور اس میں طلبا بھرپور شرکت کر رہے ہیں۔ یہ ایک سالہ پروگرام ہے جس میں Face to Face اور Distance Learning کے اصولوں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

پوسٹ ڈاکٹریٹ تربیتی پروگرام

یہ پروگرام نئے پی ایچ ڈی کرنے والے محققین کے لیے ہے جو اگرچہ تحقیق کے ذریعے پی ایچ ڈی کر چکے ہیں، لیکن انھیں تحقیق کے حوالے سے مزید تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ تحقیق کی اعلیٰ پائے کی تربیت کروانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کا یہ تحقیقی پروگرام پاکستان میں اچھی تحقیق کی تخلیق میں اپنا حصہ ضرور ڈالے گا۔ اس پروگرام کے شرکا ایک سال کے لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے منسلک رہیں گے۔ اس پروگرام کے آغاز میں انھیں تحقیقی اصولوں، منصوبہ بندی اور جمع مواد وغیرہ کی نظری تربیت سے گزارنا ہو گا، جب کہ اس کے بعد بقیہ پورے پروگرام میں منتخب محققین عملی طور پر تحقیقی کام کریں گے۔ اس دوران میں ہر اسکالر کی معاونت اور رہ نمائی ایک تجربہ کار سینئر پروفیسر کریں گے۔ اس طریقے سے محققین کے ایسے مجموعے کی تیاری میں مدد ملے گی جو عملی طور پر نہ صرف تحقیق کا تجربہ رکھتے ہوں بلکہ انھیں اپنے اختصاص میں ہونے والی معاصر تحقیق کا بھی بہ خوبی علم ہو۔ ان کی تحقیق سے نہ صرف ان محققین کے ذاتی علم میں اضافہ ہو، بلکہ یہ تحقیق ان کے اداروں اور مجموعی طور پر پاکستان کی تحقیقی ثقافت میں بھی مفید اضافہ ہو۔

۴۔کانفرنسز سیمی نار مجالس مذاکرہ اور لیکچرز کا اہتمام

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ادارے میں کانفرنسز، سیمی نارز اور خصوصی لیکچرز کا اہتمام کرنا بھی ہے۔ ادارے نے اپنے قیام سے لے کر اب تک بڑی تعداد میں بین الاقوامی اور قومی کانفرنسز کا انعقاد کیا ہے۔ ادارے کی ان تقریبات کا خاصہ ان کا علمی اور تحقیقی پہلو ہے۔ ان کانفرنسوں میں صرف انھی لوگوں کو شرکت دعوت دی جاتی ہے جو علمی اور تحقیقی مقالات پیش کر سکیں۔ ان مقالات کا انتخاب پوری جانچ پڑتال کے بعد کیا جاتا ہے۔ کانفرنسز کے بعد مقالات کو کتابی شکل میں بھی شائع کیا جاتا نیز ان سیمی نارز اور کانفرنسز کی سفارشات پر عمل درآمد کے لیے عملی اقدامات بھی کیے جاتے ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی ان علمی مجالس کے ذریعے فکری اور تحقیقی آبیاری کا انتظام کرتا ہے جس سے مسائل کے حل کے لیے نئی راہیں سامنے آتی ہیں۔[١٠١]

۵۔ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا کتب خانہ اور اس کے علمی نوادرات

ادارہ تحقیقات اسلامی کا کتب خانہ بلاشبہ اس وقت علوم اسلامیہ میں پاکستان کا سب سے بڑا اور جامع کتب خانہ ہے۔ اس کتب خانے کا آغاز ادارہ تحقیقات اسلامی کے باقاعدہ قیام سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ ١٩۵۴ء میں مولانا عبدالعزیز میمن نے ادارے کا آغاز اسی کتب خانے سے کیا تھا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اس کتب خانے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کتب خانے میں ایک لاکھ اسّی ہزار (١٨٠٠٠٠) سے زیادہ کتابیں مجلات اور دوسرے علمی ذخائر موجود ہیں۔ ١٩٨٦ء میں اس کتب خانے کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم سے منسوب کیا گیا تھا۔ حال ہی میں کتب خانے کی تزئین آرائش کے ایک بڑے منصوبے کا آغاز کیا گیا ہے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے کتب خانے کی ایک نمایاں خوبی اس میں موجود علمی نوادارت ہیں۔ ان نوادرات کو پوری دنیا سے جمع کیا گیا ہے۔ یہاں پر موجودہ مخطوطات نایاب اور بہت قیمتی ہے[١٠٢] اور مستقبل میں تحقیق کے لیے بہت عمدہ بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔[١٠٣]

١٠١۔ ٢٠١۴ء سے ٢٠١٧ء تک ادارے کی علمی سرگرمیوں کے لیے دیکھیں:
Performance Report of IRI 2014-17, 56-72.
ادارے کی علمی مجالس کے حوالے سے اس اشاعت میں ایک الگ مقالہ بھی موجود ہے جس میں ادارے کی کانفرنسز اور علمی مجالس کی تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

١٠٢۔ کتب خانے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: احمد خان، ”ادارہ تحقیقات اسلامی کا کتب خانہ“ **فکر و نظر**، اسلام آباد، ١١: ١٣ (١٩٧٦ء)؛ عبدالقدوس ہاشمی، ”کتب خانے کے علمی نوادرات“، **فکر و نظر**، اسلام آباد ١٣: ١١ (١٩٧٦)، ١٣۴–١۴٣؛
S.A.Zafar, Islamic Research Institute Library Resources and Services 1997, 1-26.

١٠٣۔ چوں کہ اس اشاعت میں ادارے کے کتب خانے پر ایک الگ مضمون شامل ہے اس لیے اس جگہ بہت اختصار سے ادارے کے محمد حمید اللہ کتب خانے کا ذکر کیا ہے۔

۶-پاکستانی معاشرے کی تشکیل جدید کی غرض سے قومی بیانیہ 'پیغام پاکستان' کی تیاری

۱۹۵۶ء کے دستور میں قرارداد مقاصد کے تقاضوں کے مطابق پاکستانی معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جدید کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام تجویز کیا گیا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں قائم ہونے والا یہ ادارہ ۱۹۸۱ء میں قائم ہونے والی بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کی بنیاد بنا تو شخصیت کی ہمہ جہتی تعمیر کے ساتھ ساتھ انسانی فکر کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جدید بھی یونی ورسٹی کے وژن میں شامل کی گئی۔ اسی لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ریاست پاکستان کی قومی خدمت سرانجام دیتے ہوئے معاشرے کی تشکیل نو میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے کئی قیمتی تحقیقی مطبوعات شائع کیں۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی فکری ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کی علامت ہے اسی لیے تمام مکاتبِ فکر کے علما، سماجی رہ نما اور اسکالرز اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

انھی وجوہات کی بنا پر صدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان نے جب یونی ورسٹی کو تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف ایک قومی بیانیہ تشکیل دینے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ہدایت کی تو یونی ورسٹی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کو مذہبی، سماجی اور سیاسی رہ نماؤں کے ساتھ مل کر قومی بیانیہ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی نے اس ضمن میں دینی رہ نماؤں اور جامعات کے اساتذہ سے مل کر قومی بیانیے کے اہم نکات کا ابتدائی مسودہ تیار کیا۔ اس مسودے کو ۲۶/ مئی ۲۰۱۷ء میں صدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان عزت مآب جناب ممنون حسین کی زیر صدارت منعقد ہونے والے قومی سیمی نار بہ عنوان "میثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیل نو" میں پیش کیا گیا۔ اس سیمی نار میں طے کیا گیا کہ قومی بیانیے کے بنیادی نکات پر مشتمل یہ دستاویز جو کہ متفقہ اعلامیہ اور متفقہ فتویٰ اور اس کی تائید پر مشتمل ہے "پیغام پاکستان" کے نام سے موسوم کی جائے گی۔[۱۰۴]

پیغام پاکستان کو اضافے، تصحیح، بہتری اور ترامیم کے لیے مشتہر کیا گیا اور اس کے مندرجات کو بہتر بنانے کے لیے مذہبی رہ نماؤں، دینی مدارس کے مفتیان کرام، ممبران پارلیمنٹ، قومی جامعات کے اساتذہ، ریسرچ اسکالرز، سول سوسائٹی کے اراکین، پالیسی سازوں اور مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات سے آرا طلب کی گئیں۔ اس حوالے سے تقریباً دو ہزار سرکردہ علمی اور مذہبی شخصیات نے اپنی آرا کا اظہار کیا۔

قومی سیمی نار کی سفارشات کی روشنی میں پیغام پاکستان پر زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مشاورت کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی نے حکومت پاکستان کے مختلف اداروں کے تعاون سے ملک بھر میں کئی کانفرنسز، سیمینارز اور

۱۰۴- محققین ادارہ تحقیقات اسلامی، **پیغام پاکستان** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۸ء)، IX- X۔

ورکشاپس منعقد کیں۔ اس ضمن میں بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان میں اگست ۲۰۱۷ء میں تین روزہ ورکشاپ منعقد کی گئی۔ اسی طرح ملتان ہی میں مختلف علما کے ساتھ ایک مشاورتی اجلاس جامعہ خیر المدارس میں بھی منعقد کیا گیا۔ اس بنیادی قومی بیانیے کو کراچی یونی ورسٹی میں جولائی ۲۰۱۷ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں بھی زیر بحث لایا گیا۔ مشاورت کا یہ سلسلہ ملک بھر میں تقریباً چھ ماہ تک چلتا رہا۔

مزید بر آں پیغامِ پاکستان کو وزارت داخلہ، وزرات خارجہ، وزارت تعلیم، وزارت مذہبی امور، وزارت انسانی حقوق اور حکومت پاکستان کے دوسرے اداروں کی مدد سے پنجاب یونی ورسٹی لاہور، جی سی یونی ورسٹی لاہور، سردار بہادر خان یونی ورسٹی کوئٹہ، بلوچستان یونی ورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی کوئٹہ، صوبائی اسمبلی بلوچستان، باچا خان یونی ورسٹی چارسدہ اور بحریہ یونی ورسٹی اسلام آباد جیسے اداروں میں منعقد ہونے والے مختلف مشاورتی اجلاسوں میں زیر بحث لایا گیا۔ اس ضمن میں ایک اہم پیش رفت فاٹا سے تعلق رکھنے والے علما اور مشائخ کا جرگہ تھا جو پشاور میں منعقد ہوا اور اس جرگے میں بھی "پیغام پاکستان" کی تائید کی گئی۔

پارلیمنٹیریز، سول سوسائٹی، تعلیمی ماہرین، پالیسی سازوں اور مختلف مذاہب کے نمائندہ مذہبی رہ نماؤں کے مشترکہ اجلاس منعقدہ ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء کو فیصل مسجد میں پیغام پاکستان کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی اور یک جہتی کو فروغ دینے کے لیے متفقہ پالیسی ڈیکلریشن جاری کیا ہے۔[۱۰۵]

پیغام پاکستان کے حوالے سے پاکستانی جامعات کا کردار بہت اہم ہے اسی لیے ۲۰/نومبر ۲۰۱۷ء میں پاکستانی جامعات کے وائس چانسلرز کی ایک قومی کانفرنس ادارہ تحقیقات اسلامی میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کے تعاون سے منعقد کی گئی۔ اس کانفرنس میں قومی جامعات کے وائس چانسلرز کے ساتھ ساتھ بعض وفاقی وزرا، دوست ممالک کے سفرائے کرام اور پارلیمنٹریز نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس میں بھی پیغام پاکستان کے بنیادی نکات پر سیر حاصل بحث ہوئی اور ان کی آرا کی روشنی میں دہشت گردی، تشدد، فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے سدباب کے لیے قومی جامعات کے وائس چانسلرز کی طرف سے ایک متفقہ اعلامیہ بھی جاری کیا گیا۔ اس اعلامیہ کے ذریعے قومی جامعات نے پوری قوم کے ساتھ مل کر فکری اور علمی جدوجہد کے عزم کا اعادہ کیا۔[۱۰۶]

۱۰۵- دیکھیے: مذہبی راہنماؤں، سماجی قائدین پارلیمنٹریز اور پالیسی میکرز گروپ کے اجتماع کا متفقہ اعلامیہ مورخہ ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء۔

۱۰۶- دیکھیے: متفقہ اعلامیہ وائس چانسلرز کانفرنس ۲۰/نومبر ۲۰۱۷ء۔

پیغامِ پاکستان میں اسلامی ضابطہ ٔ حیات کی وضاحت کی گئی ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو درپیش مسائل کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ریاست کے خلاف جنگ، دہشت گردی، فرقہ پرستی، تکفیر اور جہاد کی غلط تشریح جیسے چیلنجز اور امر بالمعروف کے نام پر قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے رجحانات بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ ریاست پاکستان کے ساتھ وفاداری ہمارا قومی میثاق ہے۔ اس میثاق کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس دستاویز میں متفقہ اعلامیہ اور متفقہ فتویٰ کے ذریعے ان تمام رویوں کا رد کیا گیا ہے جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے منافی ہیں اور پاکستان کو متحد، ترقی یافتہ اور جدید جمہوری ریاست بنانے کے لیے لائحہ عمل بھی تجویز کیا گیا ہے۔(۱۰۷)

پیغامِ پاکستان میں واضح کہا گیا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہے جس کی بنیاد ۱۹۷۳ء کا متفقہ دستور پاکستان ہے۔ اس قومی بیانیہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ نفاذ شریعت کے نام پر طاقت کا استعمال، ریاست کے خلاف مسلح محاذ آرائی اور تخریب کاری کی تمام صورتیں شریعت کے منافی ہیں۔ اس بیانیے میں نہ صرف ریاستی اداروں کے خلاف مسلح کارروائیوں کی ممانعت ہے بلکہ فرقہ وارانہ منافرت، مسلح فرقہ وارانہ تصادم اور دوسروں پر اپنے نظریات کو زبردستی مسلط کرنے کی روش جیسے متشددانہ رویوں کو فساد فی الارض قرار دیا گیا ہے۔ اس پیغام میں جہاد کی نوعیت، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اور اہل بیت کی تعظیم و عزت، ریاست پاکستان کے ساتھ ہمارے میثاق، غیر مسلموں کے حقوق اور خواتین کے حقوق کے حوالے سے بھی واضح ٹھوس اور قابل عمل اسلامی مؤقف بیان کیا گیا ہے۔(۱۰۸)

ترقی، خوشحالی اور قومی استحکام کے لیے قومی بیانیے کی تشکیل ایک مسلسل عمل ہے جو قومی تقاضوں، قومی مسائل اور ضرورتوں کی بنیاد پر آگے بڑھتا رہتا ہے۔ قومی بیانیہ تشکیل پاتا رہتا ہے اور اسی کی روشنی میں قومیں، معاشرے اور ملک ترقی کرتے ہیں۔ قومی بیانیے کی تیاری اور اس کی عملی تطبیق سنہرے مستقبل کی نوید ہے۔ ۱۹۷۳ء کے دستور کے بعد متفق طور پر بننے والی یہ دستاویز قوم کے اتحاد کی علامت بھی ہے اور درست منزل کی نشان دہی بھی۔ اس لیے اس کام کو ایک جہد مسلسل کے ذریعے جاری رکھا جانا چاہیے تاکہ قومی بیانیہ کے بنیادی نکات کی روشنی میں قومی پالیسیاں تشکیل دی جائیں۔ اس فکری جدوجہد کو تحریر، تقریر اور تقدیم کے ذریعے مزید مؤثر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ فرسودہ ذہنیت Mindset کو اسلامی فکری اصولوں کی بنیاد پر تبدیل کر کے متحد، متمدن، مہذب

۱۰۷- پیغامِ پاکستان، ۲۸۔

۱۰۸- پیغامِ پاکستان، ۲۹۔

اور ترقی یافتہ پاکستانی معاشرہ تشکیل پا سکے۔ اس لیے اس کام کو مربوط طریقے سے جاری رکھنے کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی میں درج ذیل مراکز قائم کیے گئے:

1- Centre for Peace, Reconciliation and Reconstruction Studies

2- Centre for Study of Islam, Democracy & Human Rights

اس پیغامِ پاکستان کی باضابطہ طور پر صدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان نے ۱۶/ جنوری ۲۰۱۸ء کو ایوان صدر میں رہ نمائی کی۔ اس موقع پر وفاقی وزیر داخلہ جناب احسن اقبال، وفاقی وزیر خارجہ جناب خواجہ محمد آصف، محترم جناب راجہ ظفر الحق قائد ایوان سینٹ آف پاکستان، مولانا فضل الرحمٰن ممبر قومی اسمبلی اور پاکستان میں دینی مدارس کے تمام وفاقوں کے سربراہوں نے اپنی گفت گو میں پیغامِ پاکستان کی تیاری میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ اب ادارہ قومی بیانیے کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے پورے پاکستان میں تربیتی اور عملی پروگرام مرتب کر رہا ہے۔(۱۰۹)

۷- ادارہ تحقیقات اسلامی کی کارکردگی کا جائزہ

ادارہ تحقیقات اسلامی کے ابتدائی سالوں میں ادارے کے بورڈ آف گورنرز اور ۱۹۸۰ء کے بعد ادارے کی کونسل کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ ادارے کی کارکردگی کا جائزہ لے۔ ادارے کے قواعد کی رو سے ادارے کی سالانہ کارکردگی رپورٹ یونی ورسٹی کے بورڈ آف گورنرز کو پیش کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سالانہ جائزے کے علاوہ ۱۹۷۴ء اور وہ ۱۹۸۵ء میں سپیشل جائزہ کمیٹیز کے ذریعے بھی ادارے کی اجتماعی اور ادارے میں موجود اسکالرز کی انفرادی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔

ادارے کے بورڈ آف گورنر نے ۱۸/ جون ۱۹۷۴ء میں ادارے کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے جناب جسٹس محمد افضل چیمہ کی سربراہی میں ایک جائزہ کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی کے دیگر ممبران میں ڈاکٹر ممتاز حسن، پروفیسر احمد محمد قاضی، ڈاکٹر محمد اجمل، مولانا عبدالقدوس اور ڈاکٹر عبد الواحد ہالے پوتا شامل تھے۔ کمیٹی نے ادارے کی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لیا اور اور ادارے کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے مزید بہتر بنانے کے لیے کئی سفارشات پیش کیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- ادارے کو ایک یونی ورسٹی کا درجہ دیا جائے اور اس کے لیے ضروری قانونی اقدامات کیے جائیں۔

۱۰۹- دیکھیے: ادارہ تحقیقات اسلامی کی کونسل کے گیارہویں اجلاس منعقدہ ۲۷/ اکتوبر ۲۰۱۷ء، کی روداد، ۲۰۔

۲۔ ادارہ اپنے ماسٹر پلان کے مطابق اپنی کارکردگی بہتر بنائے۔

۳۔ ادارے کے تحقیقی منصوبوں میں ادارے سے باہر کے اسکالرز کو بھی شامل کیا جائے نیز تحقیقی کاموں کے اعزازیہ میں بھی اضافہ کیا جائے۔

۴۔ ادارے کے سربراہ کا درجہ ڈائریکٹر سے بڑھا کر ڈائریکٹر جنرل یا مینجنگ ڈائریکٹر کر دیا جائے اور اس کے اسکالرز کو یونی ورسٹی اساتذہ کے ہم پلہ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر اور لیکچرر کے مناصب دیئے جائیں۔

۵۔ ادارے کے لیے کم از کم ۳۰۰/ ایکڑ پر مبنی ایک الگ کیمپس قائم کیا جائے۔

۶۔ ادارے میں سائنس، ٹرانسلیشن اور لایونٹس قائم کیے جائیں مزید یہ کہ ادارے کے پریس اور لائبریری کو مزید مضبوط کیا جائے۔

۷۔ اس جائزہ کمیٹی نے محسوس کیا کہ ادارے نے اپنے قیام کے بعد سے بہت اہم کام کیا ہے، لیکن اس کی کارکردگی منظر عام پر نہیں آئی اس لیے ادارے کی کارکردگی کو عوام کے سامنے بھرپور انداز پیش کیا جانا چاہیے۔[۱۱۰]

دوسری مرتبہ ادارے کی کارکردگی کے تفصیلی جائزے کے لیے ۶/ جون ۱۹۸۵ء میں بھی ادارے کی کونسل نے چار ارکان پر مشتمل ایک جائزہ کمیٹی قائم کی تاکہ وہ ادارے کی تاسیس سے لے کر اب تک کیے گئے تحقیقی کام کا مجموعی حیثیت سے اور ادارے کے ہر اسکالر کی انفرادی کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لے مزید یہ کہ ادارے کے مستقبل کے لیے ٹھوس بنیادوں پر منصوبہ بندی کے رہ نما اصول وضع کرے۔ ۱۹۸۵ء میں ادارے کے جائزے کے لیے قائم کردہ کمیٹی حسب ذیل شخصیات پر مشتمل تھی:

۱۔	جناب پروفیسر خورشید احمد، چیئرمین انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز	چیئرمین
۲۔	جناب پروفیسر ذوالفقار علی ملک، وائس چانسلر اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور	رکن
۳۔	جناب خالد ایم اسحاق، ایڈووکیٹ کراچی	رکن
۴۔	جناب ڈاکٹر ایس ایم زمان، ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی	رکن
۵۔	جناب سعید احمد شاہ، سیکرٹری ادارہ تحقیقاتِ اسلامی	رکن

کمیٹی نے ۱۱۔ ۱۲/ جولائی ۱۹۸۵ء، ۱۶۔۱۷/ اگست ۱۹۸۵ء، ۱۷/ فروری ۱۹۸۶ء اور ۱۳/ جون ۱۹۸۶ء میں اپنے مختلف اجلاس منعقد کیے اور تفصیل کے ساتھ ادارے کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ اس تفصیلی جائزہ میں کمیٹی

110– Hand Book and Master Plan of IRI, 85- 106.

نے ادارے کے ہر اسکالر کے انفرادی تحقیقی کام، مطبوعات، تعلیمی قابلیت اور مقالات کا جائزہ لیا اور اس کو بہتر بنانے کی تجاویز دیں۔ اس طرح اس کمیٹی نے ادارے کی اجتماعی کارکردگی کا بھی جائزہ لیا اور اسے مزید بہتر بنانے کے لیے تجاویز دیں۔ اس کمیٹی نے تجویز کیا کہ ادارے کے اسکالرز اپنی زیادہ توجہ تحقیق پر صرف کریں۔ ادارہ اپنا ریکارڈ مرتب کرے اور ادارے کے تحقیقی اور انتظامی یونٹس میں زیادہ تبدیلیاں نہ کی جائیں تاکہ ادارے کے محققین یکسوئی سے تحقیقی کام کر سکیں۔ اس جائزہ کمیٹی نے یہ بھی محسوس کیا کہ ادارے کا مقصد متعدد مرتبہ تبدیل ہوا ہے۔ اس وجہ سے بھی نہ صرف تحقیقی کام کا حرج ہوا بلکہ ادارے کی کتب ریکارڈ اور فرنیچر وغیرہ کا ضیاع بھی ہوا۔ کمیٹی نے اس توقع کا اظہار کیا کہ اب جب کہ ادارہ فیصل مسجد کمپلیکس میں منتقل ہو گیا ہے اس لیے امید ہے کہ ادارے کی کارکردگی میں بہتری آئے گی۔[۱۱۱]

۲۰۰۷ء میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے ریکٹر اور صدر نے مشترکہ طور پر یونی ورسٹی کی ان فیکلٹیوں، اکیڈمیوں اور اداروں کے جائزہ کے لیے ایک کمیٹی بنائی جن میں علوم اسلامیہ اور عربی کی تدریس ہوتی ہے۔ اس کمیٹی کے درج ذیل ارکان تھے:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد — ایگزیکٹو ڈائریکٹر، اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ
۲۔ ڈاکٹر شہاب احمد — ہائر ایجوکیشن کمیشن، پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی
۳۔ ڈاکٹر عبید الحمید بریشک — ہائر ایجوکیشن کمیشن، پروفیسر، کلیہ اصول الدین

اس کمیٹی نے اپنی جائزہ رپورٹ یوں پیش کی:

Islamic Research Institute (IRI) One of the declared goals of IIUI is "*Interactive dialogue with international academia*". At the present time, IRI is the only internationally recognised academic unit in IIUI- in other words, IRI is the IIUI's primary means to "dialogue with international academia".[112]

(بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کا ایک واضح دائرہ، "بین الاقوامی علمی دنیا کے ساتھ مکالمہ" کا ہے۔ موجودہ وقت میں ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کا ایک بین الاقوامی طور پر معروف ادارہ

۱۱۱۔ رپورٹ جائزہ کمیٹی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۵–۱۹۸۶ء۔

112– Report of the visiting scholars' committee constituted by the Rector and President of the International Islamic University, Islamabad academic year 2007-2008 to advise the university on raising standards of education in Islamic faculties dated August 1, 2008, 21-22.

ہے۔ دوسرے لفظوں میں ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی "بین الاقوامی علمی دنیا کے ساتھ مکالمہ" کا بنیادی وسیلہ ہے)

اس کمیٹی کی رائے میں ادارہ تحقیقات اسلامی یونی ورسٹی میں تحقیقی کلچر کی ترویج کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کمیٹی نے خاص طور پر ادارے کے مجلات کی کارکردگی کو سراہا۔ اس کمیٹی نے ادارے کے اندر کئی تبدیلیاں بھی تجویز کیں۔ کمیٹی نے رائے دی کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری یونی ورسٹی اور پاکستان کے لیے بہت اہم ہے لیکن اس کا بجٹ بہت کم ہے لہٰذا اس میں اضافہ کیا جائے۔ اگرچہ اس جائزہ رپورٹ میں کئی اہم قابل عمل تجاویز شامل تھیں لیکن بہت زیادہ مخالفت کی وجہ سے اس کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کی نوبت نہیں آئی۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی پاکستان کے ان چند اداروں میں سے ہے جو نہ صرف شان دار تاریخ رکھتے ہیں، بلکہ ان کی کارکردگی بھی نمایاں رہی۔ یہ ادارہ پاکستانی قوم کی اس اجتماعی خواہش کی عکاسی کرتا۔ جس کا ہدف اسلامی بنیادوں پر ترقی یافتہ، پُرامن، خوشحال اور معتدل پاکستانی معاشرے کی تشکیل جدید ہے۔ عملی، علمی اور نظریاتی پہلوؤں سے ادارے نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ادارے نے معاشرے کے مختلف طبقوں کے درمیان بُعد کو کم کیا ہے اور یہ طرح ڈالی ہے کہ جذباتیت کی بجائے قومی مسائل پر ٹھنڈے دل سے غوروفکر کر کے ان کے حل کی عملی تدابیر اختیار کی جائیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی قرآن و سنت اور سلف صالحین کی روایات کا امین ہے۔ رجعت پسندی، انتہا پرستی اور فرقہ وارنہ کش مکش سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ادارہ معاصر اسلامی فکر کے احیا میں قائدانہ کردار ادا کر رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ادارے کو مزید مضبوط بنایا جائے۔ اس کے وسائل میں اضافہ کیا جائے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس کی اہمیت کو سمجھا جائے تاکہ پاکستان میں معاصر اسلامی معاشرے کی تشکیل جدید کا خواب پورا ہو سکے۔